مطلع الانوار

سیرت شیخ الاسلام مولانا الحاج الحافظ محمد انوار اللہ خان فضیلت جنگ

تالیف

علامہ مفتی محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ

مجلس علمی انجمن طلبائے قدیم مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن

بسلسلہ مطبوعات مجلس علمی انجمن طلبۂ قدیم مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن

مطلع الانوار

سوانح حیات

شیخ الاسلام مولانا الحاج الحافظ العارف باللہ محمد انوار اللہ
المخاطب بہ خان بہادر نواب فضیلت جنگ رحمۃ اللہ علیہ
صدر الصدور صوبہ جات دکن و معین المہام امور مذہبی سرکار عالی
و استاد اعلحضرت حضور پر نور نواب میر عثمان علیخاں بہادر سلطان العلوم
خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ اورنگ نشین سلطنت آصفیہ صانہا اللہ عن الشرور و الفتن

تالیف

علامہ الحاج مولانا مفتی محمد رکن الدین رحمۃ اللہ علیہ سابق ناظم و مفتی
مدرس جامعہ دینیہ مدرسہ نظامیہ استاد شہزادگان والاشان حضرت نواب
اعظم جاہ بہادر ولیعہد سلطنت آصفیہ و نواب معظم جاہ بہادر اطال اللہ عمرہما

مطبع مکتبۂ ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ ۱۳۵۲ھ

قیمت (۱۲)

فہرست

نشان	مضمون	صفحہ	نشان	مضمون	صفحہ
۱	عرض حال	الف	۱۴	حرمین شریفین کا پہلا سفر	۱۴
۲	تمہید	۱	۱۵	حضرت مولانا حاجی امداد اللہ صاحب سے بیعت۔	۳
۳	نام و نسب	۵			
۴	خاندانی حالات	۶	۱۶	معاشی مصائب و مشغلہ علمی	۱۴
۵	مولانا ابو محمد شجاع الدینؒ اور اُن کی اولاد۔	۷-۸	۱۷	حضرت غفران المکان کی تعلیم پر تقرر	۱۴
۶	پیدائش مولانا انوار اللہ خاںؒ	۸	۱۸	مولوی [illegible] خاں صاحب کی شہادت	۱۴
۷	ابتدائی تعلیم	۹			
۸	شوق علم	۹	۱۹	استخارہ	۱۵
۹	طریقۂ تعلیم	۱۰	۲۰	خطاب خان بہادر و منصب یکہزاری۔	۱
۱۰	تعلیم سلوک	۱۱			
۱۱	ازدواج۔ ملازمت۔ استعفا	۱۱	۲۱	دوسرا سفر حجاز	۱۶
۱۲	مدرسہ نظامیہ کا سنگ بنیاد	۱۲	۲۲	ذیابیطس سے صحت	۱۶
۱۳	متوکلانہ زندگی	۱۳	۲۳	انتقال اہلیہ	۱۶

۲۴ تیسرا سفر حجاز ۱۷
۲۵ علمی نوادر کی نقل ۱۷
۲۶ ہمشیرہ و فرزند کا انتقال ۱۸
۲۷ مراجعتِ وطن ۱۹
۲۸ حضور آصف جاہ سابع حضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی تعلیم پر تقرر۔ ۲۰
۲۹ زیارت مقاماتِ مقدسہ ۲۰
۳۰ صدارت و نظامت امورِ مذہبی پر تقرر ۲۰
۳۱ وزارت امور مذہبی ۲۱
۳۲ شہزادگان والاشان کی تعلیم پر تقرر۔ ۲۰
۳۳ فضیلت جنگ کا خطاب ۲۲
۳۴ شوق شہادت ۲۲
۳۵ سفر ورنگل ۲۲
۳۶ سلسلہ علالت ۲۳
۳۷ مرض الموت ۲۳
۳۸ وفات ۲۵
۳۹ دفن ۲۵
۴۰ اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی مزار پر تشریف فرمائی۔ ۲۵
۴۱ فرمان مبارک ۲۵
۴۲ اولاد ۲۷
۴۳ حلیہ ۲۸

(۲)

اخلاق و عادات

۴۴ غذا ۲۹
۴۵ لباس ۲۹
۴۶ مشاغل روزانہ ۳۰
۴۷ خانگی زندگی ۳۱
۴۸ کتب خانہ ۳۱
۴۹ سرکاری زندگی ۳۲
۵۰ تدین و احتیاط ۳۳
۵۱ فصل مقدمات ۳۴
۵۲ حسن خلق ۳۶
۵۳ حلم و تواضع ۳۶
۵۴ زہد و سخا ۳۷

۵۵ مہمان نوازی ۳۸
۵۶ رمضان المبارک کسطرح گزرتا تھا ۳۸
۵۷ جذبۂ ہمدردی ۳۹
۵۸ ایثار ۳۹
۵۹ عفت و عصمت ۴۰
۶۰ ریا ۴۰
۶۱ خوشامد پسندی ۴۱

(۳) عبادات

۶۲ پابندی شریعت ۴۲
۶۳ نماز ۴۳
۶۴ روزہ ۴۳
۶۵ زکوٰۃ ۴۴
۶۶ حج ۴۴
۶۷ مجاہدہ نفس ۴۴
۶۸ تجرد ۴۵

(۴) فیضان

۶۹ فیض صحبت ۴۶
۷۰ مالی فیض ۴۷
۷۱ مدارس دینیہ کی امداد ۴۸
۷۲ علمار کے نام امداد جاری کرنا ۴۹
۷۳ مساجد و مزارات ۵۰

(۵) اصلاحات

۷۴ ملک و ملت کیلئے مفید اصلاحات کا جاری کرانا ۵۳

(۶) مشاغل علمی

۷۵ کثرت مطالعہ ۶۱
۷۷ تدریس و تالیف و تصنیف ۶۲
۷۸ انجمن اشاعت العلوم ۶۲
۷۹ اسمار تصانیف ۶۴
۸۰ دائرۃ المعارف النظامیہ ۷۰
۸۱ کتب خانۂ آصفیہ ۷۱
۸۲ مدرسہ نظامیہ اور اس کے خدمات ۷۲
۸۳ شعبۂ تقریر ۷۸
۸۴ دارالافتاء ۷۸
۸۵ مدرسہ نظامیہ سے حضرت اقدس و اعلیٰ کی محبت ۷۹
۸۶ فیض روحانی ۸۰
۸۷ اقوال صالحات مدارج ظاہری ۸۲
۸۹ مدارج باطنی ۸۳
۹۰ تصرفات ۸۶
۹۱ تلامذہ ۸۷
۹۲ صحت نامہ ۸۸

عرضِ حال

ناظرین کرام! اگرچہ مؤلف علیہ الرحمہ کے مقدمہ کے بعد پھر کسی عبارت آرائی کی حاجت نہیں تھی مگر مجلس علمی انجمن طلبہ قدیم مدرسہ نظامیہ نے جس کی کوششوں سے یہ کتاب آپ حضرات کے ہاتھوں تک پہنچ رہی ہے یہ مناسب خیال کیا کہ اس کی طباعت و اشاعت میں جو مشکلات پیش آئیں اور جن کی وجہ سے اشاعت میں تاخیر ہوئی اُن کا مختصراً تذکرہ کر دیا جائے۔ اور یہ خدمت میرے ذمے کی گئی۔ اس لئے یہ چند سطریں پیش کی جاتی ہیں۔

میرے والد ماجد مرحوم مولوی محمد رکن الدین صاحب نے مولانا کے وصال کے بعد ہی سوانح حیات لکھنے کے خیال سے مواد فراہم کرنا شروع کیا۔ چونکہ مولانا کے ابتدائی زمانہ کے متعلق مواد فراہم کرنا بہت مشکل تھا۔ اسلئے تیاری مسودہ کیلئے تقریباً دو سال لگ گئے۔ مسودہ تیار ہونیکے بعد حالات و واقعات کی صحت کا اطمینان کرنے کیلئے مختلف حضرات کے پاس روانہ فرمایا۔ بعض حضرات نے کچھ اصلاحیں بھی کیں۔ اس میں تقریباً دو تین سال لگ گئے۔ مبیضہ تیار تھا طباعت شروع ہونے کو تھی کہ کچھ مصائب نے اس کو ملتوی کرنے پر مجبور کر دیا اور اس کے بعد کچھ ان کا اس طرح تانتا بندھا کہ والد مرحوم کو اپنی زندگی میں طبع کروانا نصیب ہی نہ ہو سکا۔

والد صاحب کے وصال کے بعد مسودہ میرے پاس آیا۔ مگر والد صاحب کے انتقال سے تو مجھ پر مصائب کا پہاڑ ہی ٹوٹ پڑا تھا۔ ضلع کی ملازمت۔ مالی مشکلات اور دیگر خانگی الجھنوں سے میں اس کی طباعت کا انتظام نہیں کر سکا۔ لوگ بیچینی سے اسکی اشاعت کے منتظر تھے۔ بارہا مجھ پر تقاضے ہوئے۔ مگر مجبوریاں پاؤں بڑھانے نہ دیتی تھیں۔ حتی کہ میرے فاضل دوست مولوی حکیم ابوالخیر شاہ حسین گنج نشین صاحب معتمد انجمن طلباء قدیم مدرسہ نظامیہ نے فرمایا کہ اگر آپ طبع نہیں کروا سکتے ہیں تو انجمن کو دیدیجئے وہ طبع کروائیگی۔ میں بخوشی راضی ہو گیا۔ یہ صاحب موصوف ہی کی ان تھک کوششوں ہی کا ثمرہ ہے کہ آج یہ کتاب شائقین کی تشنگی شوق کو سیراب کر رہی ہے

انجمن نے یہ کام اپنے ہاتھ میں تو لے لیا مگر سوال وہاں بھی وہی سرمایہ کا تھا۔ آخر نظریں اٹھتیں اہل خیر ہی کی جانب وہ تمام حضرات دلی شکریہ کے مستحق ہیں۔ جنھوں نے مالی اور یدی امداد سے انجمن کا ہاتھ بٹایا (بوجہ طوالت کے فہرست قلم انداز کر دی گئی) اور کتاب کی طباعت میں اعانت فرمائی۔

یہاں ایک بات کا اظہار بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب تیار ہو کر اتنا عرصہ گزرا کہ اس وقت مذاق بالکل بدل گیا ہے اس لئے مناسب معلوم ہوا کہ کتاب کی ترتیب میں کچھ تھوڑا سا تغیر کیا جائے جو موجودہ مذاق کے موافق ہو خصوصاً شغلہ علمی میں۔

طباعت کی غلطی ہندوستان میں ایک عام بات ہے اگرچہ اب استثنائی صورتیں بھی پیدا ہو چلی ہیں۔ اس کا الزام کاتب یا سنگساز یا مطبع کو دینے سے بہتر میں یہ خیال کرتا ہوں کہ مصححین کو دیا جائے کیونکہ اگر وہ تصحیح اچھی طرح کرتے تو غلطی کیسے ہوتی۔ بہرحال قصور وار کوئی بھی ہو یہ کتاب بھی غلطیوں سے پاک نہیں ہے۔ اگر ناظرین تصحیح فرما کر کارکنوں کی غلطی سے چشم پوشی فرمائیں تو مہربانی ہوگی۔

انجمن طلبہ قدیم مدرسہ نظامیہ نے جو کام اپنے ہاتھ میں لیا ہے اور جن اغراض و مقاصد کے تحت اس نے ایک مجلس علمی بنائی ہے اس سلسلے کا یہ دوسرا کام ہے۔

اگر انجمن کا مالیہ اجازت دے تو انشاءاللہ اور مفید قوم و ملک کتابیں بھی شائع کی جائینگی اور عنقریب ایک رسالہ شائع کیا جائیگا جس کا واحد مقصد قوم و ملک کی اصلاح ہوگا۔

آخر میں یہ دعا ہے کہ جس طرح مولانا مقبول خاص و عام تھے اسی طرح یہ اُن کی سوانح حیات بھی ہو۔ آمین۔

یکم ربیع المنور
سنہ ۱۳۵۳ ہجری

محمد وجیہہ الدین
ناظم مجلس علمی انجمن طلبہ قدیم مدرسہ نظامیہ

اعلیٰحضرت قدر قدرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی

فرمان

بتاریخ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ روز پنجشنبہ بوقت (۴) ساعت شام ناظم اور معتمد انجمن نے بارگاہِ جہاں پناہی میں عرضداشت کتاب اور مضمونِ انتساب پیش کرنے کی عزت حاصل کی اور جلالت مآب اعلیٰحضرت سلطان العلوم خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے بمراحم الطاف خسروانہ مضمون انتساب شایع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔

نقل نیم سرکاری محکمہ سرکارِ عالی صیغہ مذہبی نشان ۳۸۲ مورخہ ۱۳ امرداد ۱۳۴۴ف درج ذیل ہے

بخدمت معتمد صاحب انجمن طلبہ قدیم مدرسہ نظامیہ سرکارِ عالی۔

آپ نے مولانا فضیلت جنگ مرحوم کے سوانح حیات کے متعلق جو مضمون انتساب پیشگاہ حضرت اقدس و اعلیٰ میں اپنے معروضہ کے ساتھ گزرانا تھا اس کی نسبت دفتر پیشی مبارک سے حسب الحکم حضرت اقدس و اعلیٰ ایما ہوا ہے کہ مضمون انتساب شایع کرنے کی اجازت دیجاتی ہے فقط

شرح دستخط

نواب اختر یار جنگ بہادر مینائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

انتساب

ایک جلیل القدر بزرگ کے سوانح حیات کا انتساب جو سلاطین آصفیہ کی تین پشتوں کا استاد رہ چکا ہے ایسے ہی عظیم المرتبت بادشاہ ذی جاہ سے موزوں تھا جو اس سلسلے کا سب سے نامور فرمانروا ہے۔

اس لئے

شیخ الاسلام مولانا الحافظ الحاج محمد انوار اللہ خاں فضیلت جنگ علیہ الرحمہ

کی سوانح حیات (مطلع الانوار) کو مولانا کے ذیشان شاگرد تاجدار دکن

اعلیحضرت سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخاں بہادر آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ

کے نامِ نامی واسم گرامی سے معنون کرنے کی عزت حاصل کیجاتی ہے جس کی حضرت اقدس واعلیٰ نے بخلوص ارادت اجازت مرحمت فرمائی ہے۔

گر قبول افتد زہے عز و شرف

منجانب اراکین انجمن طلبۂ قدیم مدرسۂ نظامیہ

ابوالخیر شاہ حسین کنج نشین نظامیہ معتمد انجمن

۳ ج الاوّل [illegible] مجلس علمی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید المرسلین وعلی آلہ واصحابہ الطیبین الطاہرین۔

امّا بعد! یہ بندہ ضعیف المفتقر الی رحمۃ الرحیم الراحمین محمد رکن الدین ناظرین کرام کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ شیخی و استاذی شیخ الافضل و استاذ الاکمل قدوۃ العلماء الکرام و عمدۃ الفضلاء العظام جامع شریعت و طریقت شیخ الاسلام حضرت مولانا مولوی حاجی حافظ **محمد انوار اللہ** نور اللہ مرقدہ المخاطب بہ خان بہادر نواب فضیلت جنگ استاذ حضرت غفران مکان علیہ الرحمۃ و اعلیٰحضرت ظل سبحانی مظفر الممالک و الممالک نظام الملک نواب میر عثمان علیخان بہادر سلطان العلوم آصفجاہ سابع سریر آرائے سلطنت دکن خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ و استاذ شہزادگان والاشان نواب اعظم جاہ بہادر ولیعہد سلطنت آصفیہ و نواب معظم جاہ بہادر اطال اللہ عمرہما صدر الصدور صوبجات دکن و معین المہام سرکار عالی متعلقہ امور مذہبی

کی ذاتِ ستودہ صفات حین حیات اہل زمن کیلئے عموماً اور اہل وطن کیلئے خصوصاً باعثِ فخر و مباہات تھی۔ خدائے پاک نے آپ کو حسب و نسب اور وجاہت ظاہری و باطنی میں ہر طرح سے ممتاز فرمایا تھا۔ اس امتیاز کے ساتھ آپ کے وجود باوجود سے ملک و ملت کو جو فیوض و انوار حاصل ہوئے اس لحاظ سے آپ اسم بامسمیٰ تھے۔ راقم الحروف نے ۱۳۰۸ھ سے سنِ وصال ۱۳۳۶ھ تک ۲۹ سال خدمت میں رہ کر آپ کے زہد و تقویٰ دینداری، مجاہدہ نفس اور عبادات مالی و بدنی کو بہ چشم خود دیکھا اور ہر امر کو شریعت بیضاء کے مطابق پایا۔ اسلئے یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ آپ کی ہستی اس زمانہ میں بہ اعتبار اعمال کے برگزیدگان امت مرحومہ سابق اولیاء اللہ و علماء باللہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی مقدس ہستیوں کا نمونہ تھی۔ اب جبکہ آپ کی ذات حمیدہ صفات عالم فنا سے عالم بقا کی طرف رحلت فرما کر جوار رحمت میں جاگزیں ہے اور جو نمونہ السابقون الاولون اولئک المقربون کا ہماری اصلاح کیلئے سامنے تھا نظروں سے غائب ہے۔ اسلئے راقم نے متوکلاً علی اللہ یہ قصد کیا کہ آپ کے برگزیدہ حالات ضبط تحریر میں لاکر قوم کے سامنے پیش کرے تا یہ قلمی تمثال جو آپ کے وجود اصلی کا پرتو و مثال ہے ہماری زندگی کا دستور العمل بنے۔ اور آپ کی یاد کو تازہ رکھے۔ دعا ہے کہ خدائے عزوجل اسکو قبول فرمائے۔ اور ہمیں اسکے موافق عمل کرنیکی توفیق عطا کرے آمین ثم آمین۔

اعتذار

آخر میں یہ عرض ہے کہ راقم نے جمع احوال میں اپنے معلومات کے علاوہ مولانا کے عزیز اقارب اور احباب سے بھی مدد لی ہے۔ اور ممکنہ سعی سے دریغ نہیں کیا۔ چونکہ خطا انسانی فطرت ہے۔ اس لئے اگر اسمیں کوئی فروگذاشت پائیں تو معذور سمجھکر معاف فرمائیں۔ اور جب کبھی موقع ملے راقم کو دعائے خیر سے فراموش نہ کریں۔

(مولانا مفتی) محمد رکن الدین عفی عنہ
سابق ناظم مدرسہ نظامیہ

سوانح حیات

اسم گرامی محمد انوار اللہ خاں بہادر اور فضیلت جنگ شاہی خطاب تھا

سلسلۂ نسب یہ ہے۔ محمد انوار اللہ بن ابو محمد شجاع الدین بن قاضی سراج الدین بن بدر الدین بن برہان الدین بن سراج الدین بن تاج الدین بن قاضی عبد الملک بن تاج الدین بن قاضی محمد بیرا بن قاضی محمود بن قاضی کبیر بن قاضی محمود بن قاضی احمد بن قاضی محمد بن یوسف بن زین العابدین بن نور الدین بن کمال الدین بن شریف جہاں بن صدر جہاں بن اسحٰق بن مسعود بن بدر الدین بن سلیمان بن شعیب بن احمد بن محمد بن یوسف بن شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ کابلی بن شیخ اسحٰق بن شیخ مسعود بن عبد اللہ اصغر بن عبد اللہ اکبر بن ابو الفتح بن اسحٰق بن ابراہیم بن سیدنا ناصر بن سیدنا عبد اللہ بن سیدنا عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

آپ کے نانا محمد سعد اللہ صاحب بھی جدی سلسلہ میں آ ملتے ہیں۔

قاضی محمد سعد اللہ[۱] بن قاضی عزیز اللہ[۲] بن قاضی عبد القادر[۳] بن قاضی مراد[۴] بن قاضی علی[۵] بن قاضی محمود[۶] بن قاضی محمد کبیر الدین (جو مولانا کے نویں پشت کے جد ہیں)

خاندانی حالات

آپ کے جد اعلیٰ شہاب الدین علی الملقب بہ فرخ شاہ کابلی کابل کے بڑے امراء میں سے تھے۔ ہندوستان آکر آباد ہوئے۔ خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ اور حضرت امام ربانی شیخ احمد سرہندیؒ ان ہی کی اولاد میں ہیں۔ مولانا کی چھٹی پشت میں قاضی تاج الدین اس پایہ کے عالم گزرے ہیں کہ شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر خلد مکاں نے ذریعہ فرمان مصدرہ ۱۴ محرم ۴۸ سنہ جلوس قندہار (دکن) کے عہدہ قضاء پر ممتاز فرمایا۔ قاضی صاحب موصوف نے اسی تعلق سے قندہار کو اپنا وطن بنا لیا تھا۔ آپ کے بعد آپ کے پوتے قاضی محمد برہان الدین ذریعہ فرمان نواب میر نظام علیخاں غفران مآب مرقومہ ۲۷ شعبان ۱۱۸۶ھ قندہار کے عہدہ قضاء پر مامور ہوئے بعد ازاں قاضی برہان الدین کے پوتے قاضی محمد سراج الدین بموجب سند نواب صاحب ممدوح محررہ ۱۵ محرم ۱۲۰۹ھ اس عہدہ پر سرفراز کئے گئے پچھلے زمانہ میں قاضی زمانہ حال کے ناظم عدالت کا ہم پایہ تھا۔ اور تمام مقدمات وہی فیصل کرتا۔ اس لئے عہدہ قضاء پر ایسے ہی لوگ مامور کئے جاتے تھے جو علم و فضل اور زہد و تقوے میں مشہور انام ہوتے تھے۔ اب تو قاضی صرف قاری النکاح یا سیاہہ نویس سمجھا جاتا ہے

والد ماجد

مولانا کے والد ماجد قاضی ابو محمد شجاع الدین صاحبؒ بڑے پایہ کے عالم گزرے ہیں ۱۲۲۵ھ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم اپنے وطن قندہار کے مشہور عالم غلام جیلانی صاحب سے پائی۔ اُسکے بعد حیدرآباد تشریف لائے قرآن حفظ کیا تجوید سے فارغ ہوکر مولوی کرامت علی صاحب (شاگرد مولانا شاہ عبدالعزیز صاحبؒ محدث دہلوی رح) سے دینیات کی تکمیل کی علوم ظاہری کے علاوہ آپ علوم باطن سے بھی فیضیاب تھے۔ ابتداءً سلسلہ قادریہ و نقشبندیہ میں اپنے نانا شاہ محمد رفیع الدین قندہاری رح (خلیفہ شاہ رحمت اللہ نائب رسول اللہ) سے، جو بارہویں صدی ہجری میں بڑی جلالت و شان کے عالم گزرے ہیں اور اپنی متعدد تصانیف کے باعث گروہ صوفیہ میں ایک ممتاز حیثیت رکھتے ہیں بیعت کی اور خلافت سے سرفراز فرمائے گئے۔ اور پھر حضرت حافظ محمد علی صاحب خیرآبادی نزیل حیدرآباد سے طریقۂ چشتیہ میں بیعت کی حضرت حافظ صاحب کی آپ پر خاص نظر تھی۔ اسلئے حلقۂ درس میں آپ ہی مثنوی شریف سنایا کرتے تھے۔ حضرت شاہ سعداللہ صاحب خلیفہ مولانا شاہ غلام علی صاحب دہلوی رح آپ کے پیر صحبت تھے غرض جب آپ نے علوم ظاہری و باطنی میں کمال حاصل کرکے شہرت پائی تو نواب سراج الملک بہادر مدارالمہام وقت نے آپ کی بڑی قدر و منزلت کی اور ۱۲۶۳ھ میں منصفی دھارور پر تقرر فرمایا۔ آپ نے ۱۴ سال تک دھارور،

راجورہ اور بیڑ پر مفوضہ خدمت نہایت قابلیت اور نیک نامی سے انجام دی سنہ ۱۲۷۶ھ میں نواب سر سالار جنگ اول نے آپ کو نزل کے صدر منصف کے عہدہ جلیلہ پہ ممتاز فرمایا جو اُس زمانہ میں ایک اعلیٰ عہدہ سمجھا جاتا تھا۔ سنہ ۱۲۸۱ھ میں جب آپ کا تبادلہ اورنگ آباد پر ہوا تو آپ نے بوجہ کبر سنی و خرابی صحت خدمت سے سبکدوشی چاہی اس طرح آپ سنہ ۱۲۸۱ھ میں وظیفہ حسن خدمت حاصل کرکے حیدر آباد تشریف لائے۔ اور سنہ ۱۲۸۸ھ میں بعارضہ ضیق النفس رحلت فرمائی آپ مولانا شاہ شجاع الدین صاحب برہان پوری کے مقبرے میں مدفون ہیں۔

عبداللہ حسین صاحب اؔفسر نے تاریخ وفات کہی ہے۔

گفت تاریخ رحلتش افسر
رحمت رب بہ روح اطہر باد

۱۲۸۸ھ

اولاد آپ کی دو بیویاں تھیں۔ پہلی بیوی حضرت سانگڑے سلطان مشکل آسان قندھاری رح کے سجادہ نشین صاحب کی صاحبزادی۔ دوسری محمد سعد اللہ صاحب قاضی کلمنوری کی صاحبزادی جن کے بطن سے دو صاحبزادے تھے ایک مولانا انوار اللہ خاں صاحب اور دوسرے مولوی محمد امیر اللہ صاحب۔

پیدائش مولانا محمد انوار اللہ ۴ ربیع الثانی ۱۲۶۴ھ بمقام ناندیڑ پیدا ہوئے۔ آپ کی والدہ مرحومہ ولادت کے پہلے کا ایک واقعہ بیان فرماتی ہیں کہ "جب شادی کے بعد

ایک عرصہ تک مجھے کوئی اولاد نہیں ہوئی تو میں نے یتیم شاہ صاحب نامی ایک مجذوب کی خدمت میں کچھ میوہ بھیجکر دریافت کروایا کہ آیا مجھے اولاد ہوگی یا نہیں۔ شاہ صاحب نے کہلا بھیجا کہ "لڑکا ہوگا اور عالم و فاضل ہوگا" اس کے بعد جب آثار حمل دکھائی دئیے تو میں نے خواب میں حضرت سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تلاوت کلام مجید فرماتے ہوئے دیکھا

ابتدائی تعلیم

مولانا کے والد ماجد نے معمولی تعلیم کے بعد سات سال کی عمر میں حفظ قرآن مجید کے لئے آپ کو حافظ امجد علی صاحب نابینا کے تفویض کیا۔ آپ نے گیارہ سال کی عمر میں حفظ کلام پاک سے فراغت حاصل کر کے ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی فقہ کی کچھ کتابیں مولوی فیاض الدین صاحب اورنگ آبادی سے بھی پڑھی ہیں۔ مولانا عبد الحلیم صاحب فرنگی محلی (صدر دار العلوم) اور مولانا عبد الحی صاحب فرنگی محلی سے فقہ اور معقول کی تکمیل کی۔ فن تفسیر شیخ عبد اللہ یمنی (نزیل حیدر آباد) سے حاصل کیا۔ اور حدیث کی سند بھی اِن ہی بزرگ سے لی

شوقِ علم

مولانا کو تحصیل علم کا اسقدر شوق تھا کہ باوجود مولوی عبد الحی صاحب کی جائے قیام دور ہونیکے بلاناغہ تشریف لیجاتے۔ گو موسلادھار بارش یا اور کوئی عارض ہی کیوں نہ ہو بعض اوقات وہاں پہونچتے اور آپ کو معلوم ہوتا کہ آپ کے ہمدرس مولوی وحید الزمان المخاطب بہ وقار نواز جنگ نہیں آئے ہیں اُن کے

مکان پر جاتے۔ اور ساتھ لا کر تشنگی علم کو بجھاتے۔ یہی وجہ تھی کہ مولوی عبدالحی صاحب آپ کے شوق کی قدر فرماتے اور باوجود کثرت مشاغل کے کبھی ناکام نہ لوٹاتے۔ آپ نے ایک رسالہ "حل المغلق فی بحث المجہول المطلق" میں مولانا کا ذکر ان الفاظ میں فرمایا ہے۔

"الفتہا حین قرأۃ الذکی المتوقد المولوی الحافظ محمد انوار اللہ بن المولوی شجاع الدین الحیدرآبادی"

طریقہ تعلیم

مولانا اپنے واقعات طالبعلمی کے ضمن میں فرماتے تھے "ہم کوشش کرتے تھے کہ مضمون کسی صورت سے مطالعہ میں حل ہو جائے۔ طریقہ یہ تھا کہ پہلے عبارت و ترجمہ کی جانب توجہ کیجاتی تھی جو نئے الفاظ آتے تھے اُن کو لغت کی مدد سے حل کیا جاتا۔ پھر مطلب کو سمجھنے کی کوشش کی جاتی۔ اگر ایک دفعہ مضمون حل نہ ہوتا تو دوبارہ سہ بارہ سعی کیجاتی۔ اگر کوئی اتنا ہی مشکل مضمون ہوتا جو سعی پیہم کے باوجود سمجھ میں نہ آتا تو دل میں ایک خلش رہتی جب استاذ کے سامنے سبق شروع ہوتا تو بجز چند شبہات کے جو مطالعہ میں حل نہ ہو سکے ہوں اور کوئی بات دریافت طلب نہ رہتی یہی وجہ تھی کہ روزانہ کئی کئی صفحہ درس ہوتا تھا" آپ فرمایا کرتے تھے کہ اُسوقت اُستاذ کی قدر و منزلت معلوم ہوتی تھی کہ جو مضمون گھنٹوں میں حل نہ ہو سکا تھا اُستاذ نے ذرا سی دیر میں حل کر دیا اور فرط مسرت سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ گویا کہیں سے بیش قیمت خزانہ مل گیا۔

تعلیم سلوک

مولانا نے سلوک کی ابتدائی تعلیم اپنے والد ماجد سے پائی۔ اور تمام سلاسل میں بیعت کر کے خلافت حاصل کی۔ سفر حجاز میں آپ نے پھر تجدید بیعت کی ہے۔

ازدواج ملازمت استعفاء

آپ کا عقد ۱۲۸۲ھ میں حاجی محمد امیر الدین صاحب محتسب ہتولہ کی صاحبزادی سے ہوا اور ۱۲۸۵ھ میں محکمہ مالگزاری میں "خلاصہ نویسی" کی خدمت پر مامور ہوئے اس خدمت کو تقریباً ڈیڑھ سال انجام دینے کے بعد ۱۲۸۷ھ میں مستعفی ہو گئے استعفاء کا واقعہ بھی عجیب ہے۔ ملازمت سرکاری کو جو آج عزت و مسرت کا واحد ذریعہ سمجھی جاتی ہے مولانا نے محض اس بات پر چھوڑ دیا کہ ایک سودی لین دین کی مثل کا خلاصہ لکھنا پڑتا تھا۔ گو آپ کی دیانت و کارگزاری کی وجہ سے افسر بالا نے استعفاء قبول کرنے میں تامل کیا۔ اور وعدہ کیا کہ آیندہ سے ایسا کام آپ کے تفویض نہیں کیا جائیگا مگر آپ یہ کہکر کہ "جب تک آپ ہیں یہ رعایت کرینگے دوسرے سے اتنی توقع نہیں ہے اسکے علاوہ جب ملازمت ہی ٹھری تو حاکم جو کہے ماننا پڑیگا۔ خدمت سے کنارہ کش ہو گئے اسوقت آپ متاہل اور صاحب اولاد تھے۔ جب تک والد صاحب زندہ رہے ترک ملازمت کی کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ تقریباً ایک سال کے بعد سایہ پدری سر سے اٹھ گیا۔ اور اسکی جگہ مصائب و آلام نے لی اور سب ملنے جلنے والے آپ کو ترک ملازمت پر ملامت کرنے لگے۔ مگر آپ ومن یتق اللہ یجعل لہ مخرجاً ویرزقہ من حیث لایحتسب پر نظر رکھے ہوئے اپنے شغل درس و تدریس

میں منہمک ہوگئے ۔ یہ زمانہ تھا ابتلاء کا جس میں آپ کا قدم پایۂ صبر و استقلال سے ہٹنے نہ پایا اور مصداق ان مع العسر یسراً کے وہ مرتبہ عظیم حاصل ہوا جس سے اچھی طرح تلافی مافات ہوگئی ۔

مدرسہ نظامیہ کا سنگ بنیاد

مولانا کے رفقاء میں غلام قادر مہاجر مدنی پہلے شخص ہیں جن کے دل میں آپکے شغف علمی کو دیکھکر ایک خالص مذہبی درسگاہ کے قیام کا خیال پیدا ہوا ۔ اس کے بعد مولوی محمد مظفر الدین صاحب معلی مددگار ناظم پیٹھ نے اس بارہ میں اپنے دوست احباب سے مشورہ کیا ۔ باہم طے پایا کہ ایک مجلس عام منعقد کر کے اس میں اس درسگاہ کے افتتاح کا مسئلہ پیش کیا جائے اس سے یہ مقصود تھا کہ مولانا کا فیضان تدریس عام ہو اور ایک عرصہ تک باضابطہ حیثیت سے جاری رہے چنانچہ روز دوشنبہ ۱۹ ذیحجہ ۱۲۹۲ھ م ۹ اسفندار ۱۲۸۵ف کو مولوی محمد مظفر الدین صاحب معلی کے مکان میں ایک مجلس منعقد ہوئی جس میں یہ تحریک پیش کیگئی کہ " حیدرآباد جیسی اسلامی ریاست میں ایک ایسی مذہبی درسگاہ کی شدید ضرورت ہے جو دینیات کی اعلی تعلیم کا انتظام کرے ۔ مذہب کے طرف سے آج کل جو بے اعتنائی برتی جارہی ہے اگر چندے یہی حال رہا تو اندیشہ ہے کہ کہیں ملک مذہب سے بیگانہ ہو جائے " یہ اتفاق آراء یہ تحریک منظور ہوئی ۔ اور علماء کی ایک بڑی جماعت نے خیال ظاہر کیا کہ مولوی انوار اللہ صاحب سے بہتر ہماری جماعت میں کوئی ایسی ہستی نظر نہیں آتی جو اس مدرسہ کی صدارت کو انجام دے سکے ۔ اس طرح

مولانا اس مدرسے کے صدر مقرر ہوئے یہ وہی مدرسہ ہے جو مدرسہ نظامیہ کے نام سے نہ صرف ہند و دکن بلکہ تمام بلاد اسلامیہ میں لازوال شہرت رکھتا ہے۔ اور شائقین علم کو اقطار عالم سے کشاں کشاں حیدرآباد لاتا ہے (اس کا تفصیلی ذکر آیندہ آئیگا ۔)

متوکلانہ زندگی

ترک ملازمت کے بعد کئی سال تک آپ متوکلانہ زندگی بسر فرماتے رہے ۔ مدرسہ نظامیہ کے قائم ہونے کے بعد بھی آپ کو وہاں سے کوئی مستقل آمدنی نہیں تھی ۔ اُس کے مصارف خود قومی چندے سے چلتے تھے ۔ مدرسین کی تنخواہوں اور دوسرے اخراجات کے بعد جو کچھ بچ رہتا وہ آپ کے مکان میں بھجوا دیا جاتا تھا ۔ اسی اثناء میں آپ کو حرمین شریفین کی زیارت کا خیال ہوا

حرمین شریفین کا پہلا سفر

چنانچہ سنہ ۱۲۹۴ھ میں آپ نے سفر حجاز کا ارادہ فرمایا ۔ اور اعزہ و احباب کی ایک کثیر جماعت کے ساتھ توکلت علی اللہ کہتے ہوئے چل کھڑے ہوئے

حضرت حاجی امداد اللہ شاہ صاحب سے بیعت

اسی سفر میں آپ نے شیخ الوقت فانی فی اللہ باقی باللہ حضرت حافظ حاجی امداد اللہ شاہ صاحب مہاجر سے جو بلاد عرب میں بڑے زبردست روحانی مقتدا تسلیم کیے جاتے تھے تمام سلاسل میں مکرر بیعت کرکے منازل سلوک کی تکمیل کی اور بعد بھی جب کبھی مکہ مکرمہ تشریف لیجاتے تو فیض صحبت سے مستفید ہوتے تھے اور حضرت محترم نے آپ کے کمالات کو ملاحظہ فرماکر بلا طلب خرقہ خلافت

عطا فرمایا ۔ اور دکن کے مریدوں کو تکمیل سلوک و حل مشکلات میں مولانا سے مدد لینی کی ہدایت فرمائی ۔ اس کے بعد مولانا نے اپنے متفق الخیال احباب کے ساتھ حرم کعبہ میں عہد کیا کہ ہر پانچ سال کے بعد یہاں حاضر ہوا کرونگا ۔

معاشی مصائب اور شغل علمی

سفر سے واپس آنے کے بعد معاشی آلام کا نہایت ہجوم رہا ۔ مگر آپ نہایت جرات و استقلال سے مردانہ وار اُن کا مقابلہ فرماتے رہے اور اپنے علمی مشغلہ درس و تدریس میں فرق آنے نہیں دیا آخر یہ ابتلاء کا زمانہ ختم ہوا

حضرت غفران مکان کی تعلیم پر تقرر

آپ سنہ ۱۲۹۵ھ م سنہ ۱۲۸۷ فصلی حضرت غفران مکاں نواب میر محبوب علیخاں بہادر آصفجاہ سادس کی تعلیم کے لئے مقرر کئے گئے واقعہ یہ ہے کہ مولوی محمد زمان خان صاحب رح جو حضرت غفران مکان کے اُستاد اور ایک مشہور عالم تھے ۔ (جنکے علمی شغف کو یاد دلانے کے لئے اب بھی مدرسہ محبوبیہ حیدرآباد میں موجود ہے)

مولوی زماں خانصاحب کی شہادت

تاریخ ۶ ر ذیحجہ سنہ ۱۲۹۳ھ روز سہ شنبہ شہید ہوئے آپ کی شہادت کے بعد بھائی مولوی مسیح الزمان خانصاحب حضرت غفران مکان کی تعلیم کیلئے مقرر ہوئے تھے لیکن مولوی صاحب ممدوح کے ذمے تعلیم کے علاوہ دیگر امور سلطنت بھی تفویض تھے جس کے سبب

مولوی صاحب موصوف نے محسوس کیا کہ تعلیم کا کام بوجہ کثرت مشاغل انجام نہیں پا سکتا اس لیے نائب الرئیس نواب رشید الدین خانصاحب اور نواب سر سالار جنگ اول سے استمزاج کر کے حضرت غفران مکان کی تعلیم کیلئے مولانا انوار اللہ صاحب اور سید اشرف حسین صاحب [illegible] کا انتخاب کیا اور دربار سے اسکی منظوری حاصل کرلی یہ سب کچھ ہوا مگر نہ تو مولانا کو اسکی خبر ہونے پائی اور نہ آپ کی مرضی دریافت کیگئی۔ بعد منظوری جب آپ کو اسکی اطلاع دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ میں قومی خدمت کو ترک کرکے اسکو قبول نہیں کرسکتا جس پر مولوی مسیح الزمان خانصاحب نے کہا کہ میں اس اطمینان پر کہ آپ قبول کرینگے دربار سے منظوری حاصل کرچکا ہے اگر آپ انکار کرینگے تو مجھے خفیف ہونا پڑیگا۔ بالآخر مولوی صاحب موصوف اور مولوی معلی صاحب کے بیحد اصرار پر آپ نے فرمایا کہ میں جب تک استخارہ نہ کرلوں کوئی قطعی جواب نہیں دیسکتا۔

استخارہ

استخارہ کرنے پر آپ نے خواب میں دیکھا کہ کچھ کاغذ لئے ہوئے دربار میں جارہے ہیں اسکو اجازت سمجھکر رضامندی ظاہر کی اسطرح حضرت غفران مکان کی تعلیم آپ کے تفویض کیگئی جسکا سلسلہ کئی سال تک جاری رہا۔ اس کے صلہ میں آپ کو چار سو روپیے ماہوار خزانہ صرفخاص سے تاحیات ملتے رہے۔ مگر اس خدمت کے بعد بھی آپ نے قومی خدمت کا سلسلہ منقطع نہیں کیا بلکہ درس و تدریس اور تالیف و تصنیف کا سلسلہ برابر جاری رکھا۔

خطابِ "خان بہادر" و منصب یکہزاری

حضرت غفران مکان مولانا کی بہت عزت کرتے تھے اور مولانا پر بہت مہربان تھے چنانچہ جشن تخت نشینی کے موقع پر سنہ ۱۳۰۱ھ میں "خان بہادر" کا خطاب و منصب یکہزاری عطا فرمایا۔

دوسرا سفر حجاز

مولانا نے حرم کعبہ میں جو عہد کیا تھا اسکی پابندی میں سنہ ۱۳۰۱ھ میں پھر حج کا عزم فرمایا بعد فراغ حج جب مدینہ طیبہ تشریف لیگئے تو دیار رسول ص کی محبت نے وطن کی یاد بھلا دی اور

دیار حبیب سے محبت

آپ قافلہ سے جدا ہو گئے رفیق سفر معلی صاحب کا بیان ہے کہ جب قافلہ روانہ ہونے لگا تو میں مولانا کے قیام گاہ پر حاضر ہوا وہاں نہ پاکر آپ کو تلاس کرتا ہوا نکلا اور دیکھا کہ آپ قبہ سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام میں مراقب ہیں۔ پاس جاکر عرض کیا کہ قافلہ جارہا ہے جلد تشریف لے چلئے جواب میں فرمایا کہ اسوقت مجھے آستانہ رسول کی مفارقت گوارا نہیں ہے آپ جائیے میں نہیں چل سکتا مگر میں نے ساتھ چھوڑنا پسند نہیں کیا۔ آخر بڑے اصرار پر اُٹھے اس عرصہ میں قافلہ نکل چکا تھا قافلہ کو ملانے کے لئے دوسری تیز رفتار سواری لیکر روانہ ہوئے اور پانچ کوس کے فاصلہ پر قافلہ سے جا ملے

انتقال اہلیہ

۲۶ رمضان المبارک سنہ ۱۳۰۴ھ میں مولانا کی اہلیہ محترمہ نے

حیدرآباد دکن میں انتقال کیا جس کے بعد آپ نے پھر کوئی عقد نہیں کیا اور تمام عمر عالم تجرد ہی میں بسر فرمایا

تیسرا سفر حجاز

سنہ ۱۳۰۵ھ میں پھر آپ نے حجاز مقدس کا ارادہ فرمایا اور مصر ہوتے ہوئے براہ ینبوع مدینہ منورہ پہنچے۔ بیت الرفاعی زقاق البدور میں جو حرم پاک سے متصل ہے سکونت اختیار کی۔ اور تین سال تک مقیم رہے۔ معمول تھا کہ صرف حوائج ضروری کیلئے فرودگاہ کو آتے ورنہ بقیہ وقت حرم محترم یا کتب خانوں میں صرف فرماتے تھے یہاں بھی آپ کا سلسلہ تصنیف و تالیف منقطع نہیں ہوا کتاب انوار احمدی اسی زمانہ کی تصنیف ہے۔ جس کا ہر ہر لفظ حب رسول کی صدا دیتا ہے۔ اس سلسلہ قیام میں مولانا نے جو کام کیا ہے وہ آپ کے بہترین کارناموں میں شمار کئے جانے کے قابل ہے۔ حرم نبوی کے کتب خانوں میں کتب خانہ شیخ الاسلام اور "محمودیہ" بلحاظ اپنے علمی نادرات کے ممتاز سمجھے جاتے ہیں۔

علمی نوادر کی نقل

آپ نے وہاں سے کئی قلمی نوادر ہزاروں روپیے ذاتی صرف کر کے نقل کروائے جن میں سے

۱ کنز العمال (حدیث کی نہایت صحیح و جامع کتاب ۹ جلدوں میں)

۲ جامع مسانید امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ۔ جوہر نقی علی سنن البیہقی اور احادیث قدسیہ کو مجلس دائرۃ المعارف العثمانیہ نے طبع کیا

چونکہ آپ کو زمانہ قیام مدینہ منورہ میں تنخواہ وہیں ملتی تھی۔ اور آپ

وہاں کے لوگوں سے سلوک کرنیکو پسند فرماتے اور ممکنہ مدد سے دریغ نہ کرتے تھے اس لیئے اہل مدینہ آپ کے قیام کو بسا غنیمت سمجھتے تھے اور کوشش کرتے تھے کہ کسی طرح آپ کا قیام یہاں زیادہ سے زیادہ ہو

ہمشیرہ کا انتقال

قانون قدرت ہے کہ جس آدمی سے جسقدر اہم کام لیا جاتا ہے اسکو اسیقدر زیادہ مصائب و آلام میں مبتلا کیا جاتا ہے تاکہ صبر و استقلال کا امتحان اچھی طرح ہو جائے مولانا اس قانون سے کس طرح مستثنے ہو سکتے تھے۔ اوائل میں تو فکر معاش میں مبتلا رہے جب اس سے نجات ملی تو دوسرے مصائب و آلام نے آگھیرا۔ چنانچہ قیام مدینہ طیبہ کے زمانہ میں آپ کی ہمشیرہ صاحبہ چند روز کی علالت کے بعد بخار میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئیں پھر کچھ عرصہ بعد آپ بھی بخار سے علیل ہوئے اور حالت روز بروز سقیم ہوتی گئی ایسی نازک حالت میں آپ کے اکلوتے فرزند عبدالقدوس بھی جنکی عمر گیارہ برس کی تھی بخار میں مبتلا ہو گئے تیمارداروں نے اپنی سہولت کیلئے دونوں مریضوں کو یکجا کر دیا۔ ادھر آپ فریش اور بار بار بے ہوش ہوتے تھے۔ ادھر نو عمر صاحبزادے کی حالت دن بدن ابتر ہوتی گئی

فرزند کا انتقال

آخر ۶ شوال سنہ ۱۳۰۷ھ کو اس دار فانی سے کوچ کیا۔ آپ کی حالت خود نازک تھی اسپر یہ سانحہ، جان کے لالے پڑ گئے۔ مگر اللہ رے استقلال خبر موت سنکر آپ نے اُف تک نہ کیا صرف اسقدر فرمایا کہ مجھے جنازے پر لے چلو

لوگوں کو تامل ہوا۔ مگر اصرار پر بمشکل تمام لے گئے آپ نے میت کے کان میں فرمایا میرے پیارے بچے حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں میرا سلام عرض کر دینا۔ واپس آرہے اور بے ہوش ہو گئے۔ جب ہمراہیوں نے دیکھا کہ آپ کی حالت دن بدن سقیم ہو رہی ہے کوشش شروع کی کہ کسیطرح آپ کو وطن لے چلیں

مراجعت وطن

ممکن ہے تبدیل مقام سے صحت بھی درست ہو اور غم بھی فراموش ہو جائے۔ مگر آپ نے ایسی حالت میں بھی دیار حبیب کے چھوڑنے کو پسند نہیں کیا۔ جب مولوی قاضی محمد شریف الدین صاحب نے اصرار شروع کیا تو ٹالنے کیلئے فرمایا کہ "پہلے اہل بلدہ سے مشورہ لیا جائے اگر وہ جانیکی اجازت دیں تو چلوں گا ورنہ نہیں"۔ اب مولوی صاحب موصوف نے اہل مدینہ سے ملکر یہ کوشش کی کہ وہ آپ کو وطن جانے کی رائے دیں چنانچہ علماء و مشائخین نے آکر کہا کہ آپ کا وطن جانا ہی مناسب ہے۔ کیونکہ آپ کی ذات سے وہاں ترویج علوم دینیہ کی امید وابستہ ہے اور آپ کا وہاں تشریف لیجانا باعث فلاح ملک و ملت ہے۔ جب مولانا نے غور کیا کہ یہ لوگ کسی طرح پیچھا چھوڑتے نظر نہیں آتے تو ایک اور عذر پیش کیا کہ میں پہلے استخارہ کرونگا میرا چلنا اجازت پر منحصر ہے چنانچہ استخارہ کیا اسی رات عالم رویا میں دیکھا کہ ایک لڑکا کتاب کھولے بیٹھا ہے۔ اور آپ کے والد ماجد فرماتے ہیں کہ اسکو پڑھاؤ۔ تعبیر اچھی تھی مجبوراً

چلنے پر راضی ہوئے مگر فرمایا کہ میری صحت سفر کی اجازت نہیں دیتی جب تک تخت رواں کا انتظام نہو میں نہیں چل سکتا قاضی شریف الدین صاحب نے اسکا بھی انتظام کر دیا اب تو کوئی عذر نہ تھا چونکہ موسم حج تھا اس لئے کعبۃ اللہ پہونچے حج سے فارغ ہو کر محرم سنہ ۱۳۱۳ھ میں فائز بلدہ ہوئے

حضور آصف جاہ سابع کی تعلیم پر تقرر

اس سفر سے واپسی کے بعد ہی حضرت غفران مکاں نے مولانا کو اپنے فرزند عالیشان نواب میر عثمان علیخان بہادر آصف جاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی تعلیم کے لئے مقرر فرمایا جسکا سلسلہ تاریخ تخت نشینی ۷ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۹ھ تک جاری رہا۔ اعلیحضرت بندگان عالی کا شوق علم اور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم سے وفور محبت زیادہ تر مولانا ہی کے فیض تعلیم کا اثر ہے

زیارت مقامات مقدسہ

مولانا کو خیال ہوا کہ آپ کے سلاسل بیعت میں جسقدر اکابر دین ہیں ان کے مزاروں پر کم از کم ایک بار حاضر ہو کر فیض حاصل کریں۔ اس خیال کی تکمیل کیلئے آپ نے سنہ ۱۳۱۴ھ میں بغداد شریف کا قصد فرمایا۔ اس سفر میں بھی احباب کا اچھا خاصہ مجمع ساتھ تھا۔ بغداد شریف میں آپ پیر ابراہیم صاحب کے مہمان ہوئے جس روز آپ وہاں پہونچے اس روز پیر صاحب نے خانساماں سے حیدرآبادی کھانا پکوانیکی فرمائش کی تھی جسکے سبب آپ سے مخاطب ہو کر فرمایا غالباً حضرت پیران پیر کو آپ کی ضیافت منظور تھی اسلئے

میرے دل میں حیدرآباد آنے کی خواہش پیدا ہوئی"۔ اس سفر میں آپ نے علاوہ بغداد شریف کے بصرہ، کاظمین، کربلائے معلیٰ، نجف اشرف وغیرہ کی بھی زیارت فرمائی واپس آنیکے بعد ہندوستان کی مشہور زیارت گاہوں پر بھی حاضر ہوئے

صدارت اور نظامت امور مذہبی پر تقرر

اعلیحضرت خلد اللہ ملکہ کے سریر آرائے سلطنت ہونے کے بعد ختم تعلیم کی وجہ سے مولانا کے ذمہ کوئی کام نہ تھا اسلئے آپ نے اپنی پوری توجہ علمی مشغلہ تدریس اور تالیف و تصنیف کی جانب منعطف کردی۔ بعد ازاں اعلیحضرت بندگان عالی نے بہ نظر قدردانی ناظم امور مذہبی و صدر الصدور صوبجات دکن کے عہدہ ہائے جلیلہ کے لئے آپ کا انتخاب فرمایا۔ مولانا نے بارگاہ شاہی میں عرض کیا کہ "جہاں پناہ سرکاری ملازمت کے لئے انتہائی عمر پچپن سال مقرر ہے اور میں پچپن سال سے متجاوز ہوں" ارشاد ہوا کہ "اسوقت ملک میں ان خدمات کے لئے آپ سے زیادہ کوئی موزوں نہیں ہے"۔ پس بربناء حکم جہاں پناہی آپ نے ۱۲ ر تیر ۱۳۲۱ ف کو ان خدمات کا جائزہ حاصل کرکے کام کرنا شروع کیا اور مفوضہ کام کو اس خوبی سے انجام دیا کہ جب نواب مظفر جنگ بہادر معین المہام امور مذہبی نے انتقال کیا تو جہاں پناہ ظل اللہ نے اس قابلیت کے مدنظر جو آپ نے ادائی فرائض میں صرف کی تھی مولانا کو

وزارت امور مذہبی

بتاریخ ۹ ر خورداد ۱۳۲۳ ف وزارت مذہبی کے

عہدۂ جلیلہ سے ممتاز فرمایا جس پر مولانا دم آخر تک فائز رہے ان تمام برکات کی تفصیل جو آپ نے اس خدمت کے ذریعے ملک و قوم کو پہنچائے ہیں آیندہ واقعات سے واضح ہوگی، نواب سالار جنگ ثانی مدار المہام وقت کو مولانا پر بہت اعتماد تھا وہ صیغۂ مذہبی کے علاوہ دوسرے امور سلطنت میں بھی آپ کی رائے پر عمل کرتے اور کونسل میں بھی آپ کے مشورے بڑی وقعت کی نظروں سے دیکھے جاتے تھے

شہزادگان والاشان کی تعلیم پر تقرر

حضرت جہاں پناہ نے ۱۲ ربیع الاول ۱۳۳۲ھ کو دونوں شہزادگان والاشان نواب اعظم جاہ بہادر ولیعہد سلطنت آصفیہ اور نواب معظم جاہ بہادر کی تعلیم آپ کے تفویض فرمائی جس کا سلسلہ ربیع الاول ۳۵ھ تک رہا۔ اور آپ کی علالت کی وجہ سے منقطع ہو گیا

خطاب

اس سال اعلیٰحضرت نے بتقریب جشن سالگرہ خطاب "فضیلت جنگ" سے سرفراز فرمایا

شوق شہادت

۱۳۳۵ھ میں حیدر آباد میں مرض طاعون شائع ہوا تو اعلیٰحضرت نے اپنے ساتھ ورنگل چلنے کا حکم بھیجا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک موقع شہادت ہاتھ آیا تھا افسوس کہ وہ بھی جا رہا ہے (یہ قول بر بنائے حدیث الطاعون شہادۃ لکل مسلم تھا) مگر آپ نے واولی الامر منکم کے مطابق ورنگل تشریف لے گئے

سفر ورنگل

ادھر ماہ ربیع الاول شروع ہوا۔ ادھر جلسۂ میلاد النبی

میں شرکت کے لیے آپ کا دل بے چین ہوا آخر ۱۰ ربیع الاول کو حضرت جہاں پناہ سے اجازت حاصل کر کے حیدر آباد تشریف لائے اور ۱۲ ربیع الاول کو مکہ مسجد کے جلسۂ میلاد میں شرکت فرمائی

سلسلۂ علالت حسب عادت مکان پر نیاز شریف کر کے واپس تشریف لیجا رہے تھے کہ راستے میں آپ کے سیلون کا دروازہ جو اتفاقاً کھلا رہ گیا تھا ٹرین کی تیز رفتاری میں تار کے کھنچنے سے ٹکرا گیا اس سے آپ کو ایسا جھٹکا لگا کہ کمر میں درد شروع ہو گیا۔ ورنگل پہونچنے کے بعد حکم جہاں پناہی سے ایک مسجد کا معاینہ کرنے کیلئے تشریف لیگئے جسکی وجہ سے مقامی ہندو مسلمانوں میں کچھ فساد ہو گیا تھا۔ واپس آنے کے بعد درد میں اور اضافہ ہو گیا۔ اطبا نے بہت کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہوا۔ بلکہ متلی اور قے کا اضافہ ہو گیا۔ جب اعلیحضرت بمبئی تشریف لیجانے لگے تو آپ اجازت حاصل کر کے حیدر آباد تشریف لائے۔ اور تین ماہ کی علالت کے بعد کچھ افاقہ ہوا جسکی وجہ سے بغرض تبدیل آب و ہوا وقار آباد تشریف لیگئے۔ اور سرکاری کام اسی حالت میں انجام دیتے رہے ایک تو کبر سنی دوسرے نفل روزوں کی کثرت سے بہت نحیف ہو چکے تھے پھر تین ماہ کی علالت اور اسپر سرکاری کام کے بار سے آپ کی صحت بحال نہ ہو سکی

مرض الموت آخر وہ وقت آپہونچا جس کے لئے ہر شخص کو

تیار رہنا چاہئے۔ اوائل ۱۳۳۶ھ میں [illegible] آپ [illegible] کیلئے [illegible]
تشریف لے گئے تھے اثنائے سفر میں پشت پر ایک پھنسی پیدا ہوئی جو بڑھتے
بڑھتے ایک بڑے پھوڑے کی شکل اختیار کر لی۔ علاج سے کچھ مفید نہ ہوا
بلکہ مرض میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ بعض لوگوں کو شبہ ہوا کہ یہ سرطان
نہ ہو۔ آخر ڈاکٹروں نے بعد معاینہ یہ رائے ظاہر کی کہ یہ سرطان ہے
جہاں پناہ اسوقت بمبئی میں تشریف فرما تھے ذریعہ تار اطلاع دیگئی
حکم ہوا کہ ڈاکٹر سید حسین صاحب معاینہ کرکے رائے دیں۔ ڈاکٹر صاحب
موصوف کی بھی وہی رائے ہوئی۔ اور ذریعہ تار عرض کیا گیا حکم صادر ہوا کہ
عمل جراحی کیا جائے۔ چنانچہ ۳۰ جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ روز پنجشنبہ پانچ بجے
عمل جراحی کا وقت مقرر کیا گیا۔ تنفس سہ شنبہ ہی سے تھا مگر خیال کیا گیا شاید
سرطان نے شش تک اثر کیا ہے جسکی وجہ سے یہ کیفیت پیدا ہو گئی ہے
گو مولانا عمل جراحی سے راضی نہیں تھے۔ مگر ایک تو امتثال فرمان خسروی تھا
اور شاید خدائے برتر کو آپ کا شوق شہادت پورا کرنا منظور تھا۔ وقت مقررہ
پر ڈاکٹر صاحب تشریف لائے اور آپ کو بے ہوش کرنے کے بعد نہایت
طویل وعریض زخم کرکے کم وبیش ایک سیر گوشت کاٹ کر نکالا اور تقریباً
نصف گھنٹے میں عمل جراحی ختم کیا اسکے بعد مولانا کو ہوش آیا ڈاکٹر صاحب
نے کہا کہ اب آپ تندرست ہو گئے۔ مولانا نے شکریہ ادا کیا اور فرمایا کہ آپ
بعد مغرب خبر لیں غالباً یہ اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ آپ بعد مغرب ایسے
تندرست ہوں گے کہ پھر کبھی بیمار نہ ہوں گے

وفات

اسکے بعد جب آپ کو پلنگ پر لٹایا گیا تو آپ پر بے ہوشی طاری ہونے لگی اس حالت میں آپ کی زبان پر کلمہ طیبہ جاری ہوا اور آپ بے ہوش ہوگئے بعد مغرب ادہر ہلال جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ افق پر نمودار ہوا اُدہر یہ آفتاب علم و کمال اہل دنیا کی نظروں سے غائب ہو کر رفیق اعلیٰ سے جا ملا انا للہ وانا الیہ راجعون

راقم اسوقت قریب تھا جب روح اطہر قفس عنصری سے پرواز کر گئی تو شد ابہام وغیرہ کر کے نیچے لٹا دیا تقریباً آدھی رات کے بعد حضرت ظل سبحانی کو بذریعہ تار اطلاع اور مدرسہ نظامیہ میں دفن کرنے کی اجازت طلب کیگئی۔ دوسرے دن راقم نے دیگر اصحاب کی مدد سے غسل و کفن کی آخری خدمت انجام دی مکہ مسجد میں بعد نماز جمعہ نماز جنازہ ادا کیگئی

دفن

حسب الارشاد عالی مدرسہ نظامیہ میں بعد مغرب اس سرمایۂ سعادت کو سپرد خاک کیا گیا گویا تمام عمر جس سے محبت تھی بعد فنا بھی آپ نے اس سے جدا ہونا پسند نہیں کیا

اعلحضرت خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ کی مزار شریف پر تشریف فرمائی

اعلحضرت نواب آصفجاہ سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ وصال کے تقریباً ہفتہ ڈیڑھ ہفتہ بعد بمبئی سے تشریف لائے اور رونق افروز حیدرآباد ہوتے ہی مولانا کے مزار شریف پر تشریف فرما ہو کر فاتحہ خوانی کے بعد دیر تک فیض حاصل فرماتے رہے۔ اور تعمیر مزار مبارک اور عود و گل کے لئے ماہوار کا حکم صادر فرمایا۔ اظہار افسوس و عقیدت کیلئے

جو فرمان شرف صدور لایا ہے وہ اس قابل ہے کہ یہاں درج کیا جائے۔ تاکہ ناظرین یہ معلوم کرلیں کہ شاہ والاجاہ کے دل میں مولانا کی کیا وقعت تھی

فرمان مبارک

مولوی محمد انوار اللہ خان فضیلت جنگ بہادر اس ملک کے مشائخ عظام میں سے ایک عالم باعمل اور فاضل اجل تھے۔ اور اپنے تقدس و تورع و ایثار نفس وغیرہ خوبیوں کی وجہ سے عامۃ المسلمین کی نظروں میں بڑی وقعت رکھتے تھے۔ وہ والد مرحوم کے اور میرے نیز میرے دونوں بچوں کے استاد بھی تھے۔ اور ترویج علوم دینیہ کے لئے مدرسۂ نظامیہ قائم کیا تھا جہاں اکثر ممالک بعیدہ سے طالبان علوم دینیہ آکر فیوض معارف و عوارف سے متمتع ہوتے ہیں۔ مولوی صاحب کو میں نے اپنی تخت نشینی کے بعد ناظم امور مذہبی اور صدر الصدور مقرر کیا تھا۔ اور مظفر جنگ کا انتقال ہونے پر معین المہامی امور مذہبی کے عہدہ جلیلہ پر مامور کیا۔ مولوی صاحب نے سررشتہ امور مذہبی میں جو اصلاحات شروع کیں وہ قابل قدر ہیں اور اگر وہ تکمیل کو پہنچائی جائیں تو یہ سررشتہ خاطر خواہ ترقی کرسکیگا۔ بلحاظ ان فیوضات کے مولوی صاحب موصوف کی وفات سے ملک اور قوم کو نقصان عظیم پہنچا اور مجھکو نہ صرف ان وجوہ سے بلکہ تلمذ کے خاص تعلق کے باعث مولوی صاحب مرحوم کی جدائی کا سخت افسوس ہے۔

"میں چاہتا ہوں کہ ان کی یاد تازہ رکھنے کی غرض سے مدرسۂ نظامیہ میں دو تعلیمی وظیفے عسہ عسہ کے نام سے ہمیشہ کے واسطے قائم کئے جائیں

یہ وظیفہ کس درجے کے طالبعلموں کو کس مدت کیلئے اور کن شرائط سے دیے جائینگے اس کے متعلق علحدہ تجاویز پیش کر کے میری منظوری حاصل کیجائے

"میرا یہ حکم جریدۂ غیر معمولی میں شائع کیا جائے"

اعلیحضرت بندگانعالی متعالی مدظلہ العالی

شرح دستخط مبارک

۳ رجب المرجب سنہ ۱۳۳۶ھ

اولاد مولانا کو دو لڑکے اور چار لڑکیاں تھے۔ لڑکوں میں عبدالجلیل جمادی الثانی سنہ ۱۲۹۲ھ میں پیدا ہوے اور رمضان المبارک سنہ ۱۲۹۵ھ میں فوت ہو گئے عبدالقدوس صفر سنہ ۱۲۹۷ھ میں پیدا ہوے اور شوال سنہ ۱۳[illegible]ھ میں بمقام مدینہ منورہ انتقال کیے

لڑکیوں میں وجیہ النساء بیگم ربیع الاول سنہ ۱۲۸۵ھ میں پیدا ہوئیں ان کا عقد مولوی محمد غوث صاحب قاضی بالکنڈہ کے نواسے مولوی محمد سرفراز الدین صاحب فرزند محمد فتح الدین صاحب سے ہوا تھا۔ ان کا انتقال سنہ ۱۳۴۲ھ میں ہوا۔ ان کو ایک لڑکا تھا جو صغر سنی ہی میں فوت ہو گیا اور ایک لڑکی ہدایت النساء بیگم جنکا عقد مولوی محمد سرفراز الدین صاحب کے بھتیجے مولوی محمد منزل صاحب تحصیلدار سے ہوا وہ اپنی والدہ سے پہلے ہی دو لڑکے ابوالرضوان مسعود احمد وہ محمد کرامت اللہ اور دو لڑکیاں فراست النساء بیگم و امجد النساء بیگم چھوڑ کر سنہ ۱۳۳۷ھ میں وفات پائیں

(۴) فریدہ النساء بیگم محرم سنہ ۱۲۹۱ ہجری میں پیدا ہوئیں اور کم سنی میں فوت ہوئیں

(۳) رحمت النساء بیگم ذی الحجہ سنہ ۱۳۰۷ھ میں تولد ہوئیں آپ کے بھانجے مولوی سید علی صاحب سے بیاہی گئیں اور شعبان سنہ ۱۳۲۲ھ ہجری میں فوت ہوئیں آپ کو ایک لڑکا ہوا جن کا آپ کی زندگی ہی میں انتقال ہوا

(۴) ولایت النساء بیگم ۱۰ ربیع الاول سنہ ۱۳۱۲ھ ہجری میں پیدا ہوئیں جو مولانا کے بھتیجے مولوی محمد عبد الغفور صاحب سے بیاہی گئیں اُن سے ایک لڑکا محمد شجاع الدین اور دو لڑکیاں یوسف النساء بیگم و انور النساء بیگم ہوئیں

حُلیہ

مولانا کا رنگ ہلکا سرخ و سفید، چہرہ کتابی آنکھیں بڑی بڑی اور داڑھی گھنی تھی وصال کے وقت اکثر بال سفید ہو گئے تھے۔ قد بالا سینہ کشادہ اور جسم دوہرہ ورزشی اور مضبوط تھا

اخلاق وعادات

پچھلے صفحات میں مولانا کی زندگی کا ایک اجمالی خاکہ پیش کیا گیا ہے اب ہم کچھ تفصیل سے بتلائینگے کہ مولانا کو مبداء فیاض نے کن خصوصیات سے ممتاز فرمایا تھا اور آپ نے اس عطیہ قدرت سے خود کتنا فائدہ اٹھایا اور قوم وملک کو کسقدر فائدہ پہنچایا

غذا

آپ کی غذا بالکل سادہ تھی جو کچھ بھی سامنے آتا تناول فرماتے کسی چیز کی فرمائش نہ کرتے۔ اعلیحضرت ظل سبحانی کے پاس سے اکثر میوہ اور مٹھائیاں وغیرہ آتیں انمیں سے کبھی کبھی کچھ کھا لیا کرتے۔ ورنہ سب تقسیم کر دیتے دو وقت کھانیکی عادت تھی اور وہ بھی بہت مختصر ایک یا دو پھلکے تناول فرماتے

لباس

آپ کا لباس بھی بالکل سادہ تھا۔ آپ لباس کے مقصد اصلی یعنے تن پوشی پر اکتفا کرتے محض زینت کے لیئے اسراف اچھا نہ سمجھتے۔ نماز کے وقت آپ ہمیشہ پورا لباس یعنے جبہ عمامہ وغیرہ پہن لیا کرتے تھے اور کبھی عمامہ پر سے

چادر بھی اوڑھ لیتے اور سخت گرمی میں بھی اسکی پابندی فرماتے تھے ایک دفعہ ایک صاحب نے اس کے متعلق استفسار کیا جواب میں فرمایا کہ " اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " خُذُوا زِينَتَكُمْ عِندَ كُلِّ مَسْجِدٍ نماز کے وقت پوری زینت نہ کرنا حکم خداوندی کے خلاف ہے۔ قطع نظر اسکے جب ہم دنیا کے لوگوں سے ملنے جاتے ہیں تو پورا لباس پہن لیتے ہیں تو پھر خدا کے سامنے معمولی لباس سے کس طرح جائیں " معلوم ہوتا ہے کہ آپ اکابر دین کی سنت پر عمل کرنا اچھا سمجھتے تھے۔ ابتداً آپ میانہ میں سوار ہوتے تھے۔ جب اعلیحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر خلد اللہ ملکہ کی تعلیم کیلئے مقرر ہوئے تو بُعدِ مسافت کے خیال سے گھوڑا گاڑی خریدلی وزارت کے زمانے میں آپ کے پاس موٹر اور جوڑی گاڑی وغیرہ کئی سواریاں تھیں

مشاغل روزانہ

اوائل میں جب کہ آپ نفس کا مجاہدہ فرماتے تھے ساری ساری رات جاگ کر بسر کرتے تھے بعد میں آپ نے یہ طریقہ مقرر فرمایا تھا کہ رات کے ۱۲ بجے آرام فرماتے تین بجے تہجد کیلئے بیدار ہوتے۔ بعد از فراغ تہجد ـــ لیٹ جاتے اور پھر نماز فجر کیلئے اٹھتے۔ نماز سے فارغ ہو کر تلاوت کلام مجید کرتے اور اسکے بعد ورزش (ورزش کا سلسلہ تقریباً مرض الموت تک رہا) بعد ازاں ناشتہ وغیرہ سے فارغ ہو کر سرکاری کام میں مشغول ہوجاتے تھے گیارہ بجے قیلولہ فرماتے۔ اور دو بجے بیدار ہو کر تالیف و تصنیف و مطالعہ

میں مصروف رہتے تھے ۔ بعد مغرب فتوحات مکیہ کا درس ہوتا ۔ جو تقریباً (۱۲) بجے ختم ہوتا تھا مگر تعلیم شہزادگان والاشان کے زمانے میں آپ نے اسکو بدلدیا تھا تمام رات علمی مشغلہ میں رہتے نماز فجر کے بعد نو بجے تک آرام فرماتے بیدار ہوکر تعلیم کے لئے تشریف لیجاتے تھے بعض مرتبہ شام کے وقت تفریح کیلئے کبھی تشریف لیجاتے تھے مگر اسوقت بھی ذکر حق سے غافل نہوتے حافظ تھے کلام مجید کی تلاوت فرماتے رہتے تھے قرآن پاک ساتھ ہوتا تھا تاکہ کہیں شبہ ہو تو دیکھ لیں

خانگی زندگی

باوجود اس قدر آمدنی کے آپ کا ہمیشہ یہ مطمح نظر رہا کہ زندگی سادگی سے بسر ہو اور حتی الامکان سنت پر عمل پیرا رہیں خانہ داری میں کوئی پر تکلف سامان نہیں تھا جو کچھ بھی تھا سب ضروری جس سے سفر حضر میں کام پڑتا تخت پر سوتے ۔ قدیم دستور کے موافق دری چاندنی پر بیٹھتے ذاتی مکان مختصر سا تھا ۔ وزارت کے بعد ایک مکان شکر کوٹھے کے قریب کرایہ پر لے لیا تھا اسی میں عمر گزر گئی زندگی جاوید کے لئے آپ نے اپنا سب کچھ خرچ کردیا ترکہ اگرچہ ایسا نہیں تھا جو ایک وزیر کے شایان شان ہو مگر اس پر بھی آپ نے وصیت فرمائی تھی کہ ایک ثلث راہ خدا میں خرچ کیا جائے منشاء یہ تھا کہ جسقدر بھی ہوسکے رضائے الٰہی ڈھونڈھیں

کتب خانہ

اس سلسلہ میں اگر حقیقی ترکہ کہا جائے تو مولانا کا

کتبخانہ تھا۔ جو کئی ہزار بیش قیمت اور نایاب و کمیاب کتابوں پر مشتمل اور مولانا کو دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب تھا اور جس پر آپ نے ہزاروں روپیئے صرف فرمائے تھے آخر آپ نے اس محبوب شئے کو بھی دوسرے محبوب ترکہ یعنے مدرسۂ نظامیہ کے نام وقف فرما دیا

سرکاری زندگی

دولت اور حکومت کا نشہ ایسا ہوتا ہے کہ اسمیں اچھے اچھوں کے ہوش گم ہو جاتے اور قدم لغزش کھا جاتے ہیں مولانا میں جو باتیں جمع تھیں اگر دوسرے میں جمع ہوتیں تو ممکن تھا کہ رعونت آجاتی اور جیسا کہ عام طور پر دیکھا جاتا ہے طبیعت میں انقلاب رونما ہو جاتا مگر مولانا نے باوجود اس عظمت و شان کے کبھی اپنی شخصیت کو نمایاں کرنیکی کوشش نہیں فرمائی مولانا پیشی خداوندی میں ہمیشہ دستار و کمر بند سے تشریف لیجاتے تھے مگر مکہ مسجد میں اسکی پابندی نہ تھی بلکہ عمامے سے تشریف لاتے ایک صاحب نے عرض کیا کہ آپ کے تقدس و اعزاز کے لحاظ سے آپ دستار و کمر بند سے ہمیشہ کیلئے مستثنے ہونا چاہیئے جواب میں فرمایا ”اس کی کیا حاجت ہے دنیا کو دنیا کے طریقے پر رکھنا چاہیئے دین کو اسکے حصول کا ذریعہ بنانا نامناسب ہے میں نے سرکار سے خاص طور پر اسکی اجازت لی ہے کہ جب کبھی میں نماز کیلئے آپ کے ساتھ رہوں تو مجھے دستار و کمر بند سے معاف فرمایا جائے“ اور سرکار نے براحم خسروانہ اسکی اجازت مرحمت فرمائی ہے

تدین و احتیاط

مولانا معاملت میں نہایت احتیاط برتتے تھے تنخواہ کے علاوہ جو رقمیں سرکار سے منظورہ ہیں وہ بھی بہ نظر احتیاط نہیں لیتے تھے صادر و دورہ کے اخراجات خود برداشت فرماتے۔ سرکاری کمیٹیاں جو مولانا کے گھر پر ہوتی تھیں اسکے جملہ مصارف (ضیافت وغیرہ میں) آپ ادا فرماتے تھے بعض اشخاص نے کہا کہ یہ اخراجات جب سرکار سے ملتے ہیں تو ذات سے خرچ کرنے کی کیا حاجت ہے۔ جواب میں فرمایا ہم کو سرکار اتنی تنخواہ دیتی ہے کہ ہم یہ مصارف برداشت کر سکتے ہیں تو ایسی حالت میں خزانہ شاہی کو زیر بار کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ ملازمین سرکاری سے کبھی خانگی کام نہیں لیتے تھے۔ اوقات دفتر کی پابندی فرماتے اور اجلاس پر تشریف لیجاتے تھے۔ گو وزارت کے زمانہ میں دفتر آپ کے گھر پر تھا مگر اس وقت بھی آپ کا وہی حال تھا جو کمرہ آپ نے اجلاس کے لیے مقرر فرمایا تھا۔ اسمیں وقت مقررہ پر اسی حیثیت سے تشریف لیجاتے جیسے کہ کسی دوسری جگہ کے اجلاس پر جایا کرتے تھے۔ اسپر ایک صاحب نے کہا کہ آپ گھر میں اتنا اہتمام کیوں فرماتے ہیں۔ سادہ لباس میں اجلاس فرما سکتے ہیں۔ جواب میں فرمایا کہ "گھر وہی ہے جہاں میں آزادی سے رہ سکتا ہوں اور وہ کمرہ جس میں اجلاس کرتا ہوں دفتر ہے میرے سادہ لباس میں اجلاس کرنے پر کوئی اعتراض نہیں کریگا۔ مگر میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایکطرح کی لاپروائی اور تساہل ہے جسکا جواب احکم الحاکمین کے سامنے دینا ہوگا" اوقات دفتر میں کوئی خانگی کام نہیں کرتے تھے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی صاحب خانگی ملاقات کیلئے آئے تو ناخوش ہوتے اور کہدیتے کہ خانگی ضرورت کیلئے

اوقات دفتر کے علاوہ کسی اور وقت آئیں۔ دفتر کا وقت صرف سرکاری کام کیلئے ہے" اس شدید احتیاط و پابندی کے باوجود بعض وقت ضرورت پر غیر اوقات میں دفتر کا کام انجام دیا کرتے تھے

اگرچہ مدرسہ نظامیہ پر آپ نے اپنی ذاتی رقم سے ہزاروں روپئے صرف فرمائے۔ مگر بہ نظر احتیاط وہاں سے بھی ذراسی چیز لینا گوارا نہ فرماتے تھے۔ ایک دفعہ پیشی خداوندی سے مدرسہ میں کچھ میوہ آیا جسمیں کھیرے بھی تھے مولانا کو کھیروں کی ضرورت تھی بازار میں تلاش کیگئی نہیں مل سکے مجبوراً مدرسہ سے منگوائے اور اسکی قیمت ادا کردی

فصل مقدمات

اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی عقل اور خوبیاں عطا فرمائی تھیں جو آپ کے اس امتیاز کا باعث ہوئیں۔ دوسرے یہ کہ آپ تصفیہ مقدمات میں نہایت غور وخوض سے کام لیتے۔ پوری مثل خود معاینہ فرماتے۔ جو نتیجہ اخذ کرتے اُسی پر فیصلہ فرماتے تھے۔ اس معاملہ میں کبھی آپنے کسی کی سفارش قبول نہیں فرمائی

ایک مرتبہ آپ کے ایک دیرینہ مخلص دوست نے جو آپ کی ہر معاملہ میں اعانت کیا کرتے تھے کسی معاملہ میں سفارش کی جس پر آپ بہت برافروختہ ہوئے اور فرمائے میں سفارش قبول کرنے والوں سے اُن لوگوں کو اچھا سمجھتا ہوں جو رشوت لیکر کام کر دیتے ہیں اگرچہ یہ لوگ خدا اور رسول کے حکم کے خلاف کرتے ہیں مگر انھیں دنیا کا نفع مل جاتا ہے۔ لیکن سفارش سننا گویا انصاف کا خون کرنا ہے اور اس میں سوائے خسر الدنیا والآخرۃ کے کوئی نفع نہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آپ کے فیصلوں کو مسلمان اور ہندو خوشی سے منظور کر لیتے تھے چنانچہ مسجد مٹھواڑہ (ورنگل) کی تعمیر میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں نزاع پیدا ہوگئی تھی جسکا آپ نے اس خوبی سے تصفیہ فرمایا کہ دونوں فریق راضی ہوگئے۔ اسیطرح مسجد مخدوم پورہ (گلبرگہ) کی بابت اہلحدیث و اہل سنت والجماعت میں کچھ اختلاف پیدا ہوگیا تھا۔ آپ باحسن الوجوہ تصفیہ فرمایا جس سے دونوں جماعتیں راضی ہوئیں

ایک صاحب نے آپ سے کہا کہ بعض وکلاء اپنی جادو بیانی سے سچ کو جھوٹ اور جھوٹ کو سچ کر دکھا سکتے ہیں اور کسی مقدمہ میں حق دار کا وکیل کمزور اور فریق مخالف کا تیز ہو تو وہ آسانی سے آپ کو غلط باور کرانے میں کامیاب ہوجائیگا" جواب میں فرمایا "میں حتی المقدور انصاف کرنے کی کوشش کرتا ہوں غیب کا حال اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے۔ اسکے سوا جب میں اجلاس پر بیٹھتا ہوں یا فیصلہ لکھنا شروع کرتا ہوں تو پہلے حضرت سرور دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک کی طرف متوجہ ہوکر عرض کرتا ہوں کہ "میں ایک ذرہ بے مقدار ہوں میرا معاملہ آپ کے حوالے ہے۔ جب تک آپ مدد نہ فرمائیں راہ راست نہیں ملسکتی"، اس کے بعد فیصلہ لکھنے کیلئے قلم اٹھاتا ہوں

آپ جب کبھی اجلاس پر تشریف لیجاتے تو پہلے اللھم انّ قلوبنا ونواصینا وجوارحنا بیدك لم تملکنا منها شیئًا فاذا فعلت ذالك بنا فکن انت ولیتنا واهدنا الی سواء السبیل پڑھتے اور پھر کام شروع کرتے تھے

حسن خلق

سرکاری اور خانگی ملازمین سب کے ساتھ آپ کا برتاؤ نہایت شریفانہ رہتا تھا۔ نہ کبھی کسیکو ایسی بات کہتے نہ کسی سے ایسا سلوک کرتے جس سے وہ ناخوش ہو آپ کے اس حسن سلوک کی وجہ سے خانگی ملازمین کی یہ حالت ہوگئی تھی کہ جو ایک دفعہ ملازم ہو جاتا وہ پھر تادم آخر آپ کی خدمت سے دور نہ ہوتا تھا

حلم و تواضع

طبیعت میں حلم اسقدر تھا کہ دوسرے اشخاص تو ایک طرف اگر ملازمین بھی آپ پر بگڑتے اور ترشروئی سے پیش آتے تو آپ اسکا جواب نہایت سنجیدگی سے دیتے اور نرمی سے سمجھا دیتے تھے۔ آپ کے اخلاق اسقدر وسیع تھے کہ اپنے سے کم رتبہ والوں کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ فرماتے جیسا کہ ہمسروں سے۔ انکی خوشی غمی کی مجلسوں میں شریک ہوتے بیماروں کی عیادت کرتے جنازوں میں شرکت فرماتے۔ کئی دفعہ احقر کے مکان پر عیادت و دعوت وغیرہ کی تقریب سے تشریف فرما ہوئے اور چھوٹوں بڑوں کو سلام کرنے میں حتی الامکان پیش قدمی فرماتے۔ اور ہر ایک کو آپ سے مخاطب کرتے کم و بیش آپ کی حالت وزارت کے زمانے میں بھی ویسی ہی تھی جیسی ابتدائی مصیبت کے زمانے میں جب کبھی آپ مرفہ الحالی کا تذکرہ کرتے تو ضرور ابتدائی مصائب کو یاد کر لیتے "تاکہ رعونت نہ آجائے"۔ آپ کے انکسار کا ایک واقعہ آنکھوں سے دیکھا ہے ایکدفعہ فتوحات ملکیہ کا درس ہو رہا تھا مولوی محمد شریف الدین احمد صاحب صاحبزادہ اددولوی جو

آپ کے شاگرد تھے تشریف لائے۔ اور سلام و مصافحہ کے بعد قدمبوسی کیلئے خمیدہ ہورہے تھے کہ مولانا نے بخیال اعزاز پیرزادگی اُن کے پیر چھو لئے۔ مولانا گو بہت بڑے عالم تھے اور آپ کے معلومات نہایت وسیع۔ مگر اسپر بھی جب کبھی آپ کی کوئی نئی تالیف یا تصنیف تیار ہوتی تو آپ حلقہ درس میں شاگردوں کو سناتے اور فرماتے کہ اگر اس میں کوئی غلطی رہ گئی ہے تو بتاؤ اور اگر کوئی اعتراض کرتا اُسے سمجھا دیتے اگر واقعی کوئی غلطی ہوتی تو اسکو تسلیم کرتے اور اصلاح کردیتے تھے

جود وسخا

پہلے لکھدیا گیا ہے کہ مولانا کا طرز زندگی نہایت سادہ تھا اور ذاتی اخراجات بہت کم پھر اتنی آمدنی آخر جاتی کہاں تھی؟ آپ کی عادت تھی کہ کبھی آمد و خرچ کا حساب کتاب ملاحظہ نہیں فرماتے بلکہ جملہ آمدنی ایک منشی صاحب کے حوالے تھی۔ جب مہینہ قریب الختم ہوتا تو آپ اُن کو بلا کر پوچھتے "کچھ رقم باقی ہے" اگر جواب نفی میں ملتا تو خدا کا شکر ادا فرماتے ورنہ باقی رقم کو کسی دینی کام میں خرچ کرنے کیلئے فرماتے تھے۔ مختصر یہ کہ آپ کے پاس ختم ماہ پر کچھ بھی نہیں بچتا تھا۔ ہر صورت میں آپ کا بذل و سخا اور طبیعت میں صلہ رحمی کا مادہ زیادہ تھا یہی وجہ ہے کہ آپ ملنے جلنے والوں کی حاجت روائی کرتے سامنے کوئی مانگنے والا آتا تو عطا فرماتے بیوہ و یتیموں کی امداد کرتے مسجد یا درگاہوں کے مانگنے والے فقیروں کا سوال رد نہ کرتے، جمعہ و دیگر ایام متبرک میں خاص طور پر خیرات فرماتے طلباء و مدارس

دینیات کے ساتھ خصوصی اعانت کرتے تھے آپ نے مدرسہ نظامیہ پر اسقدر خرچ کیا کہ جسکا شمار نہیں ہو سکتا۔ علاوہ (مار) روپیہ ماہوار چندے کے جو بھی غیر معمولی اخراجات پیش آتے آپ برداشت فرماتے تھے اس کے سوا گھر پر آپ کے پاس کئی طالب علم رہتے جن کے تمام اخراجات مولانا برداشت کرتے تھے

مہمان نوازی

آپ کی مہمان نوازی کا یہ عالم تھا کہ ہمیشہ آپ کے دستر خوان پر عرب و ہندوستان اور مختلف مقامات کے دس بیس مہمان ضرور رہتے تھے آپ مہمانوں کی بڑی خاطر مدارات کرتے۔ گو آپ کی غذا سادہ تھی اور مہمانوں کیلئے پر تکلف غذائیں پکتی تھیں۔ جسمیں سے آپ کچھ نہیں کھاتے تھے۔ مگر محض اسلئے کہ مہمانوں کی خاطر شکنی نہو دستر خوان پر بیٹھ جاتے تھے میں نے دیکھا ہے کہ بعض مہمان اپنی ضرورتوں کے لیے آپ کے ہاں برسوں رہے ہیں مگر آپ نے کبھی برا مانا نہ اُن کی خاطر تواضع میں کمی کی بلکہ ضرورت پر آپ نے اُنکی مدد دل کھولکر فرمائی

رمضان المبارک کسطرح گزرتا تھا

رمضان المبارک میں آپ کا دستر خوان خاص طور پر وسیع ہوتا تھا۔ ابتداً جب آپ کی تنخواہ چارسو تھی تو یہ التزام تھا کہ دو سو آدمی سحر و افطار آپکے ساتھ کریں مگر جوں جوں آمدنی بڑھتی گئی اس تعداد میں بھی اضافہ ہوتا گیا آخر میں سات سو تک نوبت پہنچ گئی۔ رمضان شریف آنے کے کئی دن پہلے سے اُسکی تیاریاں شروع ہوتی تھیں سحر و افطار میں دستر خوان پر نہایت

پر تکلف غذائیں دلوازمات ہوتے تھے۔ اس مہینے میں آپ کی سخاوت کا یہ حال تھا کہ آپ اتنا خرچ کرتے کہ آخر میں مقروض ہو جاتے جس کا سلسلہ کئی مہینوں تک رہتا اسکے بعد پھر آئندہ رمضان کی تیاریاں شروع ہو جاتیں

جذبۂ ہمدردی

آپ نہایت رقیق القلب تھے۔ کسی کی ذرا سی تکلیف بھی آپ کو متاثر کر دیتی تھی قیام مدینہ طیبہ کے زمانہ میں کسی نے آکر کہا کہ فلاں صاحب بوجہ فاقہ مٹی گھولکر پیا کرتے ہیں یہ سنتے ہی آپ بے قرار ہو گئے اور فرمائے سبحان اللہ کیا لوگ ہیں؟ فاقہ کی تکلیف دفع کرنے کیلئے مٹی گھولکر پیتے ہیں مگر سوال نہیں کرتے اس خبر کا آپ پر اتنا اثر ہوا کہ اسیوقت آپنے مساکین مدینۃ الرسول کی امداد کیلئے ایک انجمن بنائی اور اسمیں ایک کثیر رقم چندہ میں دی اور احباب سے بھی لیا۔ یہ انجمن آپ کے قیام مدینہ طیبہ تک قائم رہی

ایثار

سخاوت میں سب سے ارفع درجہ ایثار کا ہے یہ صفت بھی آپ میں بہ درجہ اتم پائی جاتی تھی چنانچہ معاش موروثی قضاء وغیرہ سے آپ کے بھائی ہی منتفع ہوتے رہے کبھی آپ نے اسمیں سے ایک پائی نہیں لی

آپ کے والد ماجد خدمت قضاء سے سبکدوش ہو کر فائز بلدہ ہوئے اور نواب سر سالار جنگ بہادر اول نے آپ کیلئے ساٹھ روپیہ ماہوار منصب اجرا کرنیکی خواہش ظاہر کی۔ چونکہ آپ ضعیف العمر تھے اس لئے

آپ نے اپنے فرزندوں کے نام جاری کرانا چاہا گو اسوقت مولانا صاحب اہل و عیال تھے اور ذریعۂ معاش کچھ بھی نہیں تھا مگر اللہ رے ایثار والد صاحب سے عرض کئے کہ آپ میرا خیال نہ فرمائیں اللہ مالک ہے چھوٹے بھائی کے نام کروا دیجئے یہ ابھی فکر معیشت کے قابل نہیں ہیں ان کی جانب سے اطمینان ہو جائے تو اچھا ہے۔ سچ ہے ویؤثرون علی انفسھم ولو کان بھم خصاصة پر عمل کرنے والے ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں

عفت و عصمت یہ تو سب جانتے ہیں کہ سوائے انبیاء کے کوئی معصوم نہیں ہے اور غیب کا علم اللہ ہی کو ہے مگر دنیا میں نیک و بد ہونے کا حکم تو ظاہر پر لگایا جاتا ہے راقم نے نہ خود آنکھوں سے دیکھا نہ اوروں سے سنا کہ کبھی آپ نے کسی گناہ کا ارتکاب کیا ہو احتیاط فرماتے کہ کوئی خلاف شریعت بات سرزد نہو۔ کوشش کرتے کہ کسی صغیرہ میں مبتلا ہونے نہ پائیں نہ آپ کی زبان کبھی بھی جھوٹ غیبت اور فحش کلامی سے آلودہ ہوئی آپ ہمیشہ گفتگو میں اس امر کا خیال رکھتے کہ کسی کی دل شکنی نہو تنبیہ۔ یا نصیحت کے طور پر کسی کو یا کسی کے متعلق کچھ لکھنا یا کہنا بھی ہوتا تو اسطرح فرماتے کہ بعض لوگ ایسا کہتے یا ایسا کرتے ہیں کسی کا نام لیکر نہیں کہتے تھے

ریا یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ ایسے صفات کا آدمی ریا جیسی بُری بلا میں پھنسے جیسا کہ حدیث میں ہے "ریا شرک خفی ہے"

اسی سے آپ اس معاملہ میں بے حد محتاط تھے انتہائی سعی فرماتے کہ عبادات پوشیدہ رہیں

ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ آپ کے پاس چند طلبہ بیٹھے ہوئے تھے ایک طالب علم نے کتابیں خریدنے کے لئے آپ سے کچھ روپیے قرض مانگے اس سوال سے پہلے ایک اور طالب علم نے آپ سے اسی قسم کا سوال کیا تھا آپ نے ان دونوں کو علیٰحدہ علیٰحدہ رقم دیدی تھی جسکی ایک دوسرے کو خبر نہیں تھی مگر جب دونوں کتابیں خریدنے کیلئے بازار گئے تو ایک نے دوسرے سے کہا کہ "مولانا نے آپ کو کتنی رقم دی ہے" دوسرے نے جواب دیا کہ دس روپیہ اور دل میں خیال کیا کہ شاید پہلے کو مجھ سے زیادہ ملے ہیں جب تو اس نے مجھ سے اس قسم کا سوال کیا لیکن پہلے نے کہا کہ بھائی مجھکو بھی دس روپیہ ہی ملے ہیں اس مساوی عطیے پر جسکی ایک دوسرے کو خبر نہیں تھی دونوں کو حیرت ہوئی

خوشامد پسندی آپ ان لوگوں میں نہیں تھے جو اپنی تعریف سنکر خوش ہوتے ہیں آپ کو خوشامد اور چاپلوسی سے دلی نفرت تھی جو کوئی آپ کی تعریف کرتا اس سے ناراض ہوجاتے تھے

(۱) ایک مرتبہ راقم نے عرض کیا کہ حضرت رمضان المبارک میں خوب ثواب کماتے ہیں

جواب میں کچھ ناراض ہو کر فرمایا ”

“ میاں ثواب کہاں کا یہ سب جو کیا جاتا ہے وہ محض دوست احباب کے اجتماع کیلئے ہے کیونکہ رمضان جیسے برکت اور رحمت والے مہینے میں اس قسم کا اجتماع اچھا معلوم ہوتا ہے ”

(۲) آپ کی تعریف میں ایک صاحب نے قصیدہ پڑھا آپ نے فرمایا یہ سب آپ کا حسن ظن ہے میں اس کا قابل نہیں ہوں

غرض یہ وہ پاک مشرب لوگ تھے جنھوں نے عمر بھر سنت نبوی کی تعمیل کی ظاہر پسندی خوشامد اور فسق و فجور کو پاس آنے نہیں دیا مخفی خیرات کو پسند کیا لم تعلم شمالہ ما اعطت یمینہ والی حدیث کی پابندی کی رحمہ اللہ تعالیٰ

عبادات

پابندی شریعت آپ کی زندگی ملت بیضا کے بالکل مطابق تھی۔ کھانے، پینے، سونے، بیٹھنے چلنے، پھرنے، غرض ہر بات میں اس کا خیال رکھتے کہ کوئی بات شریعت کے خلاف نہ ہونے پائے چھوٹی چھوٹی باتیں بھی خلاف شرع ظاہر نہ ہوتیں

نماز پابندی نماز کا یہہ عالم تھا کہ راقم ۲۷ سال آپ کی خدمت میں رہا کبھی کوئی نماز قضاء ہوتے نہیں دیکھا مرض الموت میں جب آپ کو اٹھنا بیٹھنا مشکل ہوگیا تھا۔ تیمم کرکے لیٹے لیٹے ہی نماز ادا فرماتے۔ حتیٰ کہ دورہ غشی میں جو نمازیں قضا ہوجاتیں وہ بھی ادا فرماتے۔ سرطان پیٹھ میں تھا جسکی تکلیف سے چت لیٹنا نہایت تکلیف دہ تھا مگر آپ نماز کی خاطر یہ تکلیف بھی برداشت فرمائے۔ وصال سے دو تین گھنٹے پہلے جبکہ آپ کو اسقدر تنفس تھا کہ دور تک آواز سنائی دیتی تھی اور اُس کی شدت سے زبان کو حرکت دینا متعذر تھا تو راقم نے دیکھا کہ صرف آنکھوں کے اشارے سے نماز ادا فرما رہے ہیں اُس وقت محسوس ہوا کہ یہ آخری نماز ہے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ آپ دیر سے اِسی میں مشغول ہیں۔ آپ ہمیشہ فرض نماز با جماعت (جیسا کہ لباس کے بیان میں گزرا) پورا لباس پہنکر اسقدر خشوع و خضوع سے ادا فرماتے تھے کہ دیکھنے والا متاثر ہوجاتا۔ علاوہ فرائض کے صرف تہجد اور صلواۃ اوابین کے پابند تھے کیونکہ آپ کا زیادہ وقت تالیف و تصنیف میں گزرتا تھا

روزہ چونکہ نماز دوسرے مشاغل سے روکتی ہے اور روزہ میں یہ بات نہیں ہے کہ وہ مشاغل علمی میں حارج ہو اس لئے آپ روزے کثرت سے رکھتے تھے۔ علاوہ مفروضہ مسنونہ روزوں کے نفل کو بھی نہیں چھوڑتے تھے۔ ایام متبرکہ و ایام بیض (ہر مہینہ کی تیرہویں چودہویں

و پندرہویں) کے سوائے ہر دوشنبہ و پنجشنبہ کو بھی روزہ رکھتے تھے آخر میں جب یہ بھی کافی معلوم نہ ہوا تو صوم داؤدی شروع فرما دیا (صوم داؤدی ایک دن روزہ رکھنا اور دوسرے دن نہ رکھنے کو کہتے ہیں) احادیث میں صوم داؤدی کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ اس واسطے کہ روزآنہ روزہ رکھنے سے نفس عادی ہو جاتا ہے اور اُس پر کچھ گراں نہیں گزرتا۔ مگر ایک دن روزہ رکھنا اور ایک دن نہ رکھنا طبیعت پر بے حد شاق گذرتا ہے

زکوۃ

آپ کی خیرات کا ذکر جود و سخا کے عنوان میں گذر چکا ہے تو یہ ہے کہ آپ اس عبادت سے محروم تھے۔ کبھی آپ صاحب نصاب ہوتے ہی نہ تھے کہ آپ پر زکواۃ واجب ہوتی۔ اوائل عمر میں تو عسرت سے گزری۔ اُس میں گذر بسر ہی مشکل تھی بعد میں جو کچھ آتا اُس پر سال ایک سال تو کیا ایک مہینہ بھی بمشکل گزرتا تھا

حج

آپ نے کل تین حج کیے اور کئی سال تک مدینہ طیبہ میں قیام فرمایا جسکی تفصیل پچھلے اوراق میں گذر چکی ہے اعادہ باعثِ طوالت ہے

مجاہدہ نفس

علم و عبادت ظاہری کا خاصہ ہے کہ کبر و نخوت انسان میں پیدا ہو جاتی ہے اور جب تک نفس کو قابو میں نہ کیا جائے یہ بات دور نہیں ہو سکتی اسلئے صوفیائے کرام علمائے ظاہر کو اچھی نظروں سے نہیں دیکھتے۔ کیونکہ ان کی نظر ہمیشہ ظاہر پر رہتی ہے باطن پر نہیں اور وہ صرف باطن کو دیکھتے ہیں۔ مولانا صرف عالم ظاہری

نہ تھے بلکہ اُن لوگوں میں تھے جنکو امام غزالیؒ نے علمائے آخرت یا علمائے باطن کے نام سے موسوم کیا ہے۔ تصوف میں سب سے اہم اور پہلی بات مجاہدہ نفس ہے۔ اسی سے انسان اخلاق حسنہ سے متصف اور اخلاق سیئہ سے پاک ہوتا ہے۔ اسی لئے صوفیاء اس کو جہاد اکبر کہتے ہیں کسی شاعر نے کہا ہے ؎

بڑے موذی کو مارا نفس امارہ کو گر مارا　　نہنگ و اژدہا و شیر نر مارا تو کیا مارا

چونکہ آپ جامع الکمالات تھے عالم بھی تھے اور صوفی بھی اس لئے ادھر شریعت ظاہری کی پابندی بھی کرتے اُدھر تصوف کی منزلیں بھی طے فرمائے سابقہ بیانات سے ظاہر ہے کہ آپ نے ہر طریقہ سے مجاہدہ نفس فرمایا کھانے میں، سونے میں، رہنے سہنے میں بہرحال جس طرح ضرورت پڑتی یا جس طرح نفس قابو میں آتا ہو اُس طرح عمل فرماتے برسوں شب بیداری میں گذار دی۔ کبھی اسطرح بسر کرتے کہ رات و دن میں کچھ دیر سوتے اور پھر بیدار ہو جاتے کبھی روزہ رہتے کبھی افطار کرتے سخت بچھونے پر سوتے، سادہ غذا کھاتے یہ ہی وجہ ہے کہ آپ مجسم اخلاق تھے

تجرد

اس عنوان سے ناظرین کو ضرور تعجب ہوگا کہ آپ نے نکاح کیا اولاد ہوئی پھر تجرد کیا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ اُدھر اتباع سنت کے لئے نکاح ضروری تھا آپ نے نکاح کر لیا۔ اِدھر تزکیہ نفس و دینی و قومی خدمات کے لئے بموجب ارشاد باری تعالیٰ یا ایھا الذین آمنوا اِنّ من ازواجکم واولادکم عدو لکم فاحذروھم کے تجرد کی ضرورت تھی چنانچہ جب

آپ کی زوجہ محترمہ نے انتقال فرمایا ہے اُس وقت آپ کی عمر انتالیس ۳۹ سال کی تھی۔ قویٰ نہایت اچھے تھے۔ آمدنی معقول تھی اور مزید یہہ کہ اولاد ذکور میں سے کوئی بھی زندہ نہ تھا بہرحال اگر آپ دوسرا عقد فرما سکتے تھے۔ مگر آپ نے محض رضائے الٰہی اور مجاہدہ نفس کی خاطر سب کچھ برداشت فرمایا۔۔ دوسرا عقد نہیں کیا

فیضان

جس طرح فیاض ازل نے مولانا کو کمالات ظاہری و باطنی سے نوازا تھا اُسی طرح آپ نے بھی اُس سے ملک و قوم کو فیض پہونچایا پچھلے صفحات میں جن خوبیوں کا ذکر کیا گیا وہ ایسی تھیں جو زندگی کے ساتھ تھیں۔ اب ایسے فیوض کا ذکر کیا جائے گا جن کو خیر دائم کہا جاسکتا ہے اور انشاء اللہ اس کا اثر ایک عرصۂ دراز تک رہیگا

فیض صحبت

جو کوئی مولانا کی صحبت میں رہا ضرور فیض پایا۔ دوست احباب تو خیر ملازمین تک پابند صوم و صلواۃ اور شریعت پر عامل تھے۔ حضرت غفران مکان علیہ الرحمۃ کی تعلیم مولانا کے ذمہ بہت تھوڑے عرصہ تک رہی اسلئے ہم نہیں کہہ سکتے کہ حضرت ممدوح پر کیا اثرات مرتب ہوئے۔ البتہ **اعلیٰحضرت نواب میر عثمان علیخان بہادر آصف جاہ سابع** خلد اللہ ملکہ وسلطنتہٗ

تقریباً (۲۱) سال زیر تعلیم رہے۔ ظاہر ہے کہ اعلیحضرت کی زندگی قرون اولیٰ کے مسلمان سلاطین کا نمونہ ہے یہ مولانا ہی کی صحبت کا اثر ہے جو اعلیحضرت آصف جاہ سابع کے نام کی تمام عالم اسلام میں دھوم مچی ہوئی ہے جدھر دیکھئے جود و کرم کی نہریں جاری ہیں حضور اکرم صلعم و اہل بیت اطہار سے محبت، علماء و مشائخین کی عزت تمام عالم اسلام سے اخوت، دین و مذہب کے جانب رغبت، غیر مذاہب سے روا داری اور مساکین ممالک غیر و بیوگان وغیرہ کی امداد، صحبت و تعلیم ہی کے اثرات ہیں۔ بہرحال **شاہ ذیجاہ** کے کہاں تک خوبیاں گنائیں اگر گنائے جائیں تو ایک ضخیم کتاب تیار ہوجائے یہ سب کچھ مولانا ہی کا فیض ہے

مالی

پچھلے صفحات میں گزر چکا ہے کہ مولانا نے ملک و قوم کی خاطر اپنا سب کچھ اثاثہ لٹا دیا یہی نہیں بلکہ آپ سے جسقدر بھی ممکن تھا قوم کے لئے خزانہ شاہی سے بھی خرچ کرنے میں دریغ نہیں فرمایا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں نے امور مذہبی کے لئے اتنی رقم منظور کرائی ہے کہ بعض عہدہ دار یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ کیا آپ ملک کا پورا خزانہ اسی میں صرف کروائینگے۔ ایک تو ان تمام تفصیلات کے مواد کی فراہمی مشکل دوسرے باعث طوالت ہے اس لئے صرف چند امور لکھے جاتے ہیں۔ اس میں ایک خاص بات قابل لحاظ یہ ہے کہ مولانا کا فیض ملک و بیرون ملک سب جگہ کے لئے عام تھا

کسی جگہ کی کوئی خصوصیت نہیں تھی

مدارس علوم دینیہ کے لیئے مولانا کی زندگی وقف تھی اسکا اندازہ ذیل کے مدارس کی فہرست سے ہو سکیگا جنمیں سے بعض کو مولانا نے قائم فرمائے اور بعض کے نام امداد منظور کرائی

۱۔ قیام مدرسہ معینیہ عثمانیہ اجمیر شریف بہ اجرائی امداد ایک ہزار ماہانہ
۲۔ اضافہ امداد مدرسہ دیوبند چھ سو ماہانہ
۳۔ امداد مدرسہ کولھاپور دو سو ماہانہ
۴۔ قیام مدرسہ حفاظ خلدآباد شریف بہ اجرائی ماہوار ایکسو پچیس
۵۔ قیام مدرسہ حفاظ مکہ مسجد بہ اجرائی ماہوار ایکسو پچیس ماہانہ
۶۔ امداد مدرسہ بدایون ماہانہ ایکسو پچیس ۱۲۵
۷۔ امداد مدرسہ سبحانیہ الہ آباد ستو ماہوار
۸۔ امداد مدرسہ فتح پوری دہلی ماہانہ پچاس
۹۔ امداد انجمن ہدایت الاسلام اورنگ آباد ماہانہ پچاس
۱۰۔ امداد مدرسہ میواڑ اودے پور ایکسو پچیس
۱۱۔ امداد مدرسہ برار ماہوار و یکمشت برائے تعمیر مدرسہ
۱۲ قیام مدرسہ دینیہ مسجد چوک
۱۳۔ قیام مدرسہ دینیہ مسجد میاں مشک مرحوم
۱۴۔ قیام مدرسہ دینیہ افضل گنج

(۱۵) قیام مدرسہ صوفیہ محمد آباد بیدر شریف

(نوٹ) جن مدارس کے ساتھ رقمیں درج نہیں ان کی صحیح تعداد معلوم نہیں ہوسکی

علماء وغیرہ

(۱۶) مولوی عبداللطیف خان صاحب بھوپالی نے مختلف صنعتوں سے قرآن مجید کی کتابت کرائی تھی اور اسکو طبع کرانا چاہتے تھے جب مولانا نے اسکو دیکھا تو اس جدت کی داد دی اور خزانہ شاہی سے پچاس روپیہ ماہوار تاحیات کا وظیفہ جاری کرایا اور تین ہزار کلدار برائے طباعت دلائے

(۱۷) حکیم یعقوب خاں صاحب ساکن بمبئی نے ان علاقوں میں اشاعت اسلام کے خیال سے جہاں عموماً مرہٹی بولی جاتی ہے کلام مجید کا مرہٹی زبان میں ترجمہ کرکے پیش کیا۔ مولانا نے اسکے صلہ میں پچاس (ـــہ) ماہوار کا وظیفہ تاحیات منظور کرایا اور پندرہ ہزار کلدار نقد طباعت کے لئے دلوائے

(۱۸) متولی صاحب اجمیر شریف کے نام تین سو ماہانہ اور ایک ہزار نقد رخصتانہ

(۱۹) خطیب صاحب جامع مسجد دہلی ماہانہ تین سو

(۲۰) شیخ حمزہ خادم روضہ اطہر مدینہ طیبہ ماہانہ تین سو روپیہ

(۲۱) ڈاکٹر سید محمد قاسم صاحب معالج خصوصی سمیات کے نام صرف خاص مبارک سے تین سو اور علاقہ دیوانی سے دو سو ساٹھ (۲۶۰ ـــہ) ماہانہ

(صاحب موصوف ہر جانور اور ہر قسم کے زہر کا علاج کرتے ہیں۔ سابق میں

ایسے مریض دوسرے مقامات پر جانے کے مصارف و مصائب برداشت کرتے تھے)

(۲۲) مفتی اعظم علیصاحب شائق کے انتقال کے بعد اُن کی ماہوار سرکار سے بند ہو گئی تھی۔ مولانا نے دوبارہ جاری فرما کر اُن کے کمسن صاحبزادوں کی تعلیم کا انتظام کروایا۔ اور حیدرآباد کے دارالافتاء کو مٹنے سے بچا لیا

(۲۳) منتظم صاحب نقارخانہ اجمیر شریف ماہانہ پچہتر (۷۵)

(۲۴) تفسیر روح الایمان کی طباعت کے لئے مولوی فتح الدین صاحب پنجابی کو دو ہزار کلدار

(۲۵) مولوی محمد شاہ صاحب تمیمی کو حضرت رکن الدین تولہ گا گبرگہ شریف کی درگاہ کا متولی مقرر کر کے معاش اجرار فرمایا۔ سابق میں درگاہ مذکور کا متولی نہیں تھا اس کے علاوہ ملک کے تقریباً چار سو علماء و مشائخین وغیرہ کو خزانہ شاہی سے ماہواریں کرائیں حرمین شریف و دیگر ممالک کے لوگ اسکے سوا ہیں جن کی تفصیل باعث تطویل ہے

مساجد و مزارات

(۲۶) امداد برائے تعمیر مسجد اسٹریلیا چالیس ہزار

(۲۷) امداد برائے تعمیر مسجد بصرہ۔

(۲۸) آب اندازی بہ مساجد (۲۹) انتظام برقی روشنی بہ مساجد

(۳۰) انتظام فرش سنگ سیلو و شامیانہ برائے عیدگاہ اورنگ آباد

(۳۱) تعمیر مسجد ملشھوارہ۔ اس مسجد کی بناء میں مسلمانوں اور ہندوؤں میں کچھ نزاع تھی آپ نے اپنے تدبیر سے رفع نزاع کر کے اخراجات سرکاری سے

مسجد کی تعمیر کروادی

(۳۲) تعمیر مسجد مخدوم پورہ گلبرگہ شریف اس مسجد کی بنا میں بھی اہل سنت والجماعت اور اہل حدیث کا اختلاف تھا۔ آپ نے نہایت دانائی سے آپس میں صلح کروا کے اخراجات سرکاری سے مسجد بنوادی

(۳۳) تعمیر نقار خانہ اجمیر شریف

(۳۴) تعمیر شاہراہ قندھار

(۳۵) برائے خریدی جانماز دو ہزار سالانہ۔ اُن مساجد میں جہاں مصلے نہوں یا بوسیدہ ہوگئے ہوں جانمازوں کی خریدی کے لئے یہ رقم منظور کروائی سابق میں ایسا کوئی انتظام منجانب سرکار نہیں تھا

(۳۶) جھالرہ اجمیر شریف کی صفائی۔ جھالرہ درگاہ شریف کے متصل ایک باولی ہے جس سے تمام آبادی سیراب ہوتی تھی۔ سوتے بند ہوجانے سے قلت آب کی تکلیف ہوگئی تھی۔ آپ نے بہ مصارف سرکاری صاف کروادیا جس کی وجہ سے اجمیر شریف کی آبادی کو پانی کا بہت آرام ہوگیا

(۳۷) تعمیر سرائے متصل درگاہ حضرت سید سعیدالدین عرف حاجی سیاح سرور مخدوم رح واقع قندھار شریف

(۳۸) تقریباً چالیس سال سے مساجد کے لئے جدید ماہواروں کی اجرائی موقوف ہوگئی تھی۔ اور یہ مد موازنہ سے خارج ہوگیا تھا۔ آپ نے بڑے کوششوں سے دس سال کیلئے سالانہ دو ہزار چار سو کی منظوری حاصل فرمائی

(۳۹) پہلے مصارف سرکاری سے تین سو آدمی حج و زیارت جایا کرتے تھے

آپ نے اور دو سو آدمی کا اضافہ کروایا ۔ اور اُن کے مصارف کے لیئے جیب خاص شاہی سے دس ہزار سالانہ منظور کروائے

(۴۰) سڑکوں پر کی روشنی عموماً رات میں ساڑھے گیارہ کے بعد گل ہوجاتی تھی آپ نے یہہ انتظام فرمایا کہ ایام متبرکہ میں روشنی تمام رات رہا کرے تاکہ اُن لوگوں کو جو مجالس وعظ وغیرہ میں سے لوٹتے ہوں تکلیف نہ

(۴۱) سابق میں میلاد النبی اور معراج مبارک کی تعطیل ایک ایک روز کی ہوتی تھی آپ نے بلحاظ تقدس و عظمت اُن تقاریب کے علاوہ ایک ایک یوم کی تعطیل کا اضافہ منظور کروایا ۔ آج بھی تعطیلیں ہوتی ہیں مگر مسلمانوں کو اس کا بھی احساس نہیں ہوتا کہ یہ تعطیلیں کیوں دی گئی ہیں اور ہم اس کو کس طرح صرف کریں

(۴۲) حیدرآباد میں خلفاء راشدین رضوان اللہ علیہم اجمعین کی صحیح تاریخ وفات بھی معلوم نہیں تھی آپ نے اُن کے ایام وفات میں انعقاد مجالس کی بنیاد ڈالی ۔ جو مکہ مسجد میں سررشتہ مذہبی کی جانب سے ہوتی ہیں بعد میں اعلیحضرت نے ایک ایک یوم کی تعطیل بھی منظور فرمادی

اصلاحات

سچ تو یہہ ہے مسلمانوں کی گمراہی اور تباہی پر رحم کھا کر اللہ پاک نے اُن کی اصلاح کے لیئے مولانا کو بھیجا ۔ اگر مولانا کے کارناموں کا بغور مطالعہ کیا جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ آپ نے اصلاح مسلمانان کا کام کس خوبی سے

انجام دیا۔ یہہ کام مسلمانوں کا تھا کہ ایسے شفیق مصلح کی ہدایات پر چلتے مگر افسوس و صد ہزار افسوس کہ ایک طرف مولانا کی بے وقت وفات اور دوسری طرف قوم کی جاہلانہ غفلت سے کوئی خاطر خواہ فائدہ ملک و قوم کو نہیں پہنچ سکا

ہم اُن اصلاحات کا ذکر اجمالاً کرتے ہیں ممکن ہے کہ مسلمان اس سے راہِ ہدایت پائیں اور اپنی دنیا و عاقبت سنوار لیں

آپ نے جو کوشش صرف مسلمانوں خصوصاً دیہات کے مسلمانوں کی اصلاح کے لئے فرمائی ہیں وہ یہ ہیں

(۱) صدارت العالیہ کو مستقل محکمہ کی صورت عطا فرمائی اور اُس کے عملہ میں توسیع کی ورنہ سابق میں برائے نام محکمہ ایک نائب صدر الصدور اور ایک اہلکار کا تھا اور تجویز تھی کہ اس کو کسی دوسرے دفتر میں ضم کر دیا جائے بعد توسیع اُس کے ذمے آپ نے اصلاح مسلمانان انتظام سیاہیہ جات نکاح و تنقیح خدمات شرعیہ کا کام تفویض فرمایا

(۲) انجمن اصلاح مسلمانان قائم فرمائی جس کا مقصد اُس کے نام سے ظاہر ہے

(۳) تین واعظین کے نام سو سو روپیہ اور ایک کے نام پچاس روپیہ ماہوار جاری کروائی جس کے ذمے تھا کہ وعظ کے ذریعہ مسلمانوں کی اصلاح کریں یہ بلدہ میں بھی وعظ کہتے اور وقت ضرورت اضلاع پر بھی جاتے

(۴) زمانہ جنگ میں رستہ پر امن نہ ہونے کے باعث کئی سال حجاج نہ جا سکے

اس گنجائش کی رقم محفوظ تھی آپ نے واعظین کو اخراجات دیکر اضلاع کو روانہ فرمایا کہ وہ دیہات کے مسلمانوں کی ہدایت و اصلاح کریں

(۵) سالانہ دو ہزار کی رقم آپ نے اس لئے منظور کرائی کہ اس سے دینیات کی کتابیں خرید کرکے غیر مستطیع مسلمانوں کو مفت دیجائیں

(۶) نواب غفران مکان کی ایصال ثواب کی رقم سے دینیات کی کتابیں اسی غرض کیلیے خرید فرماکر ارسال کروائیں۔ اور یتیم سیدانیوں کا نکاح کروادیا

(۷) چونکہ قضاۃ و دیگر اہل خدمات شرعیہ کے ذمے کچھ زیادہ کام نہ تھا۔ اور مسلمانان دیہات کی حالت خراب تھی۔ حکم نافذ فرمایا کہ یہ حضرات ہر سال اپنے علاقہ میں دورہ کرکے مسلمانان کی اصلاح کرکے اُن کو اسلامی تعلیمات سے آگاہ کریں اور اسکی اطلاع صدارت کو دیا کریں

(ب) عام طور پر جو اصلاحیں قوم و ملک کے فائدہ کیلئے کیں وہ حسب ذیل ہیں

(۸) مکہ مسجد میں ہمیشہ نماز جمعہ دو بجے ہوا کرتی تھی۔ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ صحابہ کرام نماز جمعہ اول وقت ادا فرمایا کرتے تھے۔ آپ نے مطابق سنت اُس کا انتظام فرمایا

(۹) مکہ مسجد میں نماز جنازہ صحن میں ہوا کرتی تھی ایک تو کثرت مصلیوں کے باعث اور دوسرے گرمی و بارش کے سبب سے مصلیوں کو تکلیف ہوتی تھی اس لیئے آپ نے محراب کے پاس ایک دروازہ لگوایا۔ جنازہ بیرون مسجد دروازہ کے پاس رکھدیا جاتا۔ وقت پر دروازہ کھولکر نماز جنازہ پڑھادی جاتی۔ اس سے ایک طرف تو مصلیون کو آرام ہو گیا۔ اور اُدھر جنازہ کو اندرون مسجد لانیکی کراہیت

دفع ہو گئی

(۱۰) آبادی سے باہر بہت سی ویران مسجدیں ایسی تھیں جن کی بے حرمتی کی جاتی تھی۔ آپ نے اُن کو بند کروا دیا تا کہ خانہ ہائے خدا خرابات بننے سے بچ جائیں

(۱۱) بہت سی درگاہیں ایسی تھیں جن کی حالت خراب تھی۔ اُن کی آمدنی اُن پر خرچ نہیں کی جاتی بلکہ سرکار سے جو جاگیریں وغیرہ عطا ہوئی تھیں وہ قرضوں میں مکفول ہو گئی تھیں آپ نے ان سب کی اصلاح فرمائی۔ اور ادائی قرضہ جات کا معقول انتظام فرمایا

(۱۲) قدیم سے دستور تھا کہ اعراس کے موقع پر طوائف اولیائے کرام کے مزارات پر آکر مجرا دیا کرتی تھیں جس سے اقسام کے لغویات ہوتے تھے اور یہ یقیناً اولیائے کرام کی ناراضی کا سبب بھی تھا آپ نے حکم جاری فرمایا کہ آیندہ سے درگاہوں پر طوائف کے مجرے نہ ہوا کریں

(۱۳) قدیم سے موذن پیش امام و دیگر اہل خدمات شرعیہ کے تقرر وراثتہً ہوتے تھے اہلیت کا کوئی لحاظ نہ تھا۔ جس سے تخریب کار یقینی تھی اور جب سے کہ عدالتی اختیارات قضاۃ سے لے لئے گئے اس وقت سے نہ کسی کی توجہ اُن کے جانب تھی نہ خود اُن کو اپنی حیثیت کا احساس تھا مگر نکاح وغیرہ کی مثل بعض اُمور اُن سے متعلق تھے جس میں بعض نا اہلیت کے باعث لغزشیں کر جاتے اس لیے آپ نے اُن سب کے لئے امتحانات مقرر فرمائے اور یہ شرط لگا دی کہ جب تک مدرسہ نظامیہ میں مقررہ نصاب کے مطابق امتحان نہ دے لیں اُس وقت تک

مامور بہ کار نہ کیئے جائیں ۔

(۱۴) اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی انتظام فرمایا کہ اہل خدمات شرعیہ کے لڑکے مدرسہ نظامیہ میں تعلیم پائیں۔ ان میں سے جن کی آمدنی معقول تھی وہ لڑکوں کے مصارف خود برداشت کریں جو کم استطاعت تھے اُن کی امداد محکمہ صدارت العالیہ خزانہ شاہی سے ادا کرے اور مدرسہ نظامیہ میں اُن کے رہنے سہنے کھانے لباس کتب درسی وغیرہ سب کا انتظام کیا جاتا

(۱۵) مسلخوں میں بھی بدنظمی تھی ۔ ذبح کے لئے ایسے جاہل لوگ مقرر تھے جو مسائل ذبح سے تک ناواقف تھے۔ آپ نے اس بدنظمی کو دور فرمایا اور تعلیم یافتہ اشخاص مقرر فرماکر مسلمانوں کو حرام کھانے سے بچا لیا

(۱۶) جہاں مسلمانوں میں اور بہت سی خرابیاں پیدا ہو گئی تھیں وہاں معاملات نکاح بھی تھے اس میں اقسام کی جعل و دھوکہ بازیاں کیجاتی تھیں جعلی سیاہے بنائے جاتے وراثت و مہر کے جھوٹے دعوے کیئے جاتے جس کی اصلاح کے لئے آپنے جدید وضع کے تختے تیار کروائے جسکی وجہ سے ایسی جعل بازیاں ہونے کا بہت کم احتمال ہے ۔

(۱۷) باوجود قطعی حرمت و شدید وعیدوں کے مسلمان اُم الخبائث و دیگر مسکرات کے استعمال کے اس قدر شیدا ہیں کہ الاماں جب ان کو اسلام کے احکام کا پاس نہ تھا تو ایام متبرکہ کا کیا خیال کرتے ۔ مولانا کا خیال تو یہ تھا کہ مبتلائے مسکرات مسلمانوں کے لئے حد نہیں تو کم از کم کوئی تعزیر ہی مقرر فرمائیں تا کہ مسلمان اس بلا سے محفوظ رہ سکیں مگر مولانا کی یہ آرزو پوری نہ ہو سکی اس لئے آپ نے

یہہ ہی غنیمت سمجھا کہ کم از کم ایام متبرکہ میں تو اس قسم کا ارتکاب گناہ نہ ہونے پائے

(۱۸) طوائف کا یہ معمول ہے کہ آباد شاہراہوں اور پُر رونق بازاروں میں رہتی ہیں۔ بلدہ حیدرآباد میں بھی اُن کا یہی حال تھا بلکہ بعض مساجد کے قریب ہی چکلہ بنائے ہوئے تھیں اس طرح سر بازار بیٹھنا کسقدر مخرب اخلاق ہے اس کا ہر شریف آدمی اندازہ کرسکتا ہے اس لئے آپ نے حکم نافذ فرمایا کہ آیندہ سے کوئی کسی شارع عام پر نہ رہا کرے

(۱۹) مسلمانوں کے مقابر غیر محصور تھے جنکی وجہہ سے جانور وغیرہ کی نجاست اور لوگوں کی آمد و رفت سے اُن کی بے حرمتی ہوتی تھی۔ آپ نے محصور فرما کر اس سے بچا لیا

(۲۰) کم تولنے اور کم ناپنے کے متعلق کلام پاک میں بڑی سخت وعیدیں آئی ہیں۔ ہود علیٰ نبینا وعلیہ الصلواۃ والسلام کی قوم تو اسی وجہ سے تباہ کردی گئی ریاست حیدرآباد میں اوزان صحیح نہ تھے۔ بنا بریں آپ نے تمام باٹ اور پیمانوں کی تنقیح فرما کے صحیح پیمانے رائج کردئے موجودہ طول و ناپ کے پیمانے آپ کی توجہ کے اثرات ہیں

(۲۱) مطلع صاف نہ ہونے پر رویت ہلال کی جو خبریں باہر سے منگوائی جاتی تھیں اُن میں اختلاف ہوا کرتا تھا۔ خصوصاً یہ مسئلہ مختلف فیہ تھا کہ مخبار (ٹیلیگراف) کی خبر پر شرعاً اعتماد کیا جا سکتا ہے یا نہیں اس بارے میں آپ نے علماء کی ایک مجلس منعقد فرمائی جس نے بعد تحقیق یہ رائے دی کہ شرعاً مخبار کی خبر قابل اعتماد نہیں ہے اس پر آپ نے یہ انتظام فرمایا کہ حوالی بلدہ کے

بلند مقامات پر نظم جمعیت کے سوار روانہ کیے جائیں جو رویت کی خبر صدر الصدور کو پہنچائیں اس کے علاوہ ممالک محروسہ سرکار عالی میں جہاں کہیں رویت ہو وہاں سے دو آدمی اخراجات سرکاری سے صدر الصدور کے ہاں بھیجے جائیں تاکہ شہادت حسب احکام شرع شریف دیں

(۲۲) آپ نے ایک تحریک پیش فرمائی تھی کہ تمام مدارس سرکاری میں ایک ایک معلم مقرر کیا جائے جس کے ذمہ صرف تعلیم دینیات ہو۔ اور اس کے لیے موازنہ میں ایک لاکھ روپیہ منظور کیے جائیں مگر افسوس ہے کہ آپ کے وصال کی وجہ سے یہہ تحریک یونہی رہ گئی۔ اب مدارس میں تعلیم دینیات تو ہوتی ہے مگر برائے نام پہلے تو اس مضمون کو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی نہ اُس کے لیے کافی وقت دیا جاتا ہے نہ اُس میں ناکام رہنے کا کوئی اثر ہوتا ہے جس کا نتیجہ یہہ ہے کہ مدارس اضلاع تو ایک طرف مدارس بلدہ کے طلبا ختم تعلیم کے بعد بھی نماز و قرآن ناظرہ خوانی جیسے اہم اور آسان چیزوں سے بھی واقف نہیں رہتے اس پر بھی غیر مسلم تو خیر مسلمان جو اپنے آپ کو مسلمان ماں باپ کی اولاد سمجھتے ہیں بار بار یہہ تحریک پیش کرتے ہیں کہ مدارس سرکاری سے تعلیم دینیات دور کر دی جائے" وائے برحال مسلمانان ایسی صورت میں بے ساختہ مولانا کی یاد تازہ ہو جاتی ہے کہ کاش اللہ جل شانہ مولانا کو اور کچھ دن زندہ رکھتا اور آپ اس عالمگیر دہریت کا مقابلہ فرماتے

(۲۳) پہلے بعض درگاہوں میں عرس کے ساتھ مینا بازار (زنانہ بازار) کا بھی انتظام کیا جاتا تھا۔ اُس میں جو جو خرابیاں وقوع پذیر ہوتی تھیں اُن کو

بیان کرنے سے زبان قلم عاجز ہے۔ اُن خرابیوں کے انسداد کے لئے آپ نے مینا بازار ہی بند کروا دئے "تاکہ نہ بنائے فساد رہے نہ فساد ہونے پائے"

(۲۴) رمضان المبارک میں جو لوگ روزہ نہ رکھیں اُن پر واجب ہے کہ کم از کم حرمت رمضان کے خیال سے علانیہ کھانے پینے سے احتراز کریں سابق میں دن میں ہوٹلیں کھلی رہتیں اور لوگ علانیہ کھاتے پیتے اور بعض جگہ شادیاں ہوتیں اور علی الاعلان دن میں دعوت ہوتی تھی آپ نے ان امور کا انسداد فرمایا "تاکہ احکام شرعیہ کی علانیہ بے حرمتی نہ ہونے پائے"

(۲۵) پست اقوام میں ایک رسم ہے کہ کم عمر لڑکیوں کو کسی دیوتا کے نام پر چھوڑ دیتے ہیں اور اُس سے کوئی شادی نہیں کرتا جو مُرلی کہلاتی ہے اب مرلی کا اختیار ہے کہ جس مرد سے چاہے تعلق پیدا کرے کوئی روک ٹوک نہیں ہیجڑے وہ مرد ہیں جو علامت تذکیر کو قطع کر کے عورتوں میں ملنے کی کوشش کریں۔ ظاہر ہے کہ یہہ دونوں طبقے معاشرت کے لئے کس قدر مضر ہیں اس لئے مولانا نے حکم صادر فرمایا کہ آیندہ سے مرلیاں اور ہیجڑے نہ بنا کریں مگر افسوس ہے کہ مولانا کے وصال کی وجہ سے یہ طبقے مٹ نہیں سکے سنتے ہیں کہ باوجود ممانعت کے مرلیاں اب بھی بنائی جاتی ہیں اور اُن پر کوئی دار و گیر نہیں اور مخنثوں نے دوسری صورت اختیار کر لی۔ اور دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ قوم اِن خرابیوں کے اصلاح کی جانب متوجہ ہو تاکہ یہہ سب سے بڑی اخلاقی برائیاں ملک سے دفع ہو جائیں

(۲۶) مسلمان دین سے اتنے بیگانہ ہوتے چلے ہیں کہ خدا کی پناہ۔ انتہا

یہہ کہ اپنے عزیز و اقارب کی آخری خدمت یعنی تجہیز و تکفین بھی نہ کرتے ہیں اور نہ کر سکتے ہیں اس فرض کفایہ کی ادائی کے لئے ایک پیشہ ور جماعت غسالوں کے نام سے موسوم ہے پہلے ان کا یہہ حال تھا کہ نہ مسائل شرعیہ سے واقف نہ دین سے لگاؤ جسکی وجہہ سے تجہیز و تکفین حسب احکام شرع نہیں ہو سکتی تھی۔ مولانا نے اس خرابی کے انسداد کے لئے ایک امتحان مقرر فرمایا اور حکم دیدیا کہ کوئی پیشہ ور غسال جب تک اس امتحان میں کامیاب نہ ہو یہہ خدمت انجام نہ دے

ترقی

(۲۷) حیدرآباد میں قدیم سے دستور تھا کہ ۲۸ رمضان المبارک (صدرالصدور) کی سواری شہر میں نکلتی تھی جس کی غرض بازار کا نرخ دریافت کرنا اور مکیال و توازین کی تنقیح تھی۔ مگر بعد میں تو صرف یہ ایک رسم کی صورت رہ گئی تھی بلکہ اور دیگر خرابیوں کے ساتھ اس میں بھی ایک خرابی پیدا ہو گئی تھی وہ یہ کہ صدرالصدور کے ہمراہی تمام بازار کو لوٹ لیا کرتے تھے اس لئے دستور ہی کو مٹا دیا کہ نہ علت رہے نہ معلول

مشاغل علمی

پچھلے صفحات کے دیکھنے سے معلوم ہوا ہوگا کہ مولانا کو بچپن ہی سے علم کا اسقدر شوق تھا جس کا اندازہ مشکل۔ جوں جوں عمر بڑھتی گئی شوقِ علم کا نشہ بھی تیز ہوتا گیا۔ حتی کہ آخر عمر میں آپ نے رات کا سونا حرام کر دیا۔ دن رات میں جو وقت فرصت کا ملتا بس مطالعہ تدریس یا تالیف و

تصنیف میں صرف فرماتے

کثرۃ مطالعہ

کثرت مطالعہ کا یہہ عالم کہ آپ کے وسیع کتب خانہ کی اکثر کتابیں ایسی تھیں جن پہ مولانا نے ابتدا سے انتہا کچھ نہ کچھ تحریر کیا ہو۔ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ نے اُن کا نہایت تفصیلی مطالعہ کیا ہے ایکدفعہ آپ نے راقم سے فرمایا کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نہایت کثرت سے مطالعہ کرتے تھے اور کوئی وقت فرصت مطالعہ سے خالی نہ رکھتے تھے۔ جب ایک فن سے آپ کا جی اُکتا جاتا تو دوسرے فن کا مطالعہ شروع فرمادیتے۔ اس ارشاد سے راقم نے قیاس کیا کہ مولانا کا مطالعہ بھی اسی اصول پر مبنی ہے

یہ شوق تو آپ کا ذاتی تھا۔ ملاحظہ ہو کہ آپ کے اس شوق علم سے قوم و ملک کو کیا فائدہ پہنچا۔ گو اس کو فیضان کے عنوان میں درج ہونا چاہیے تھا مگر شرف علم اور اُسکی اہمیت کے اعتبار سے جداگانہ عنوان کی ضرورت پڑی حقیقت تو یہہ ہے کہ ایسے دماغ بہت کم پیدا ہوتے ہیں جو بیک وقت کئی کام کر سکتے ہوں۔ اس کے علاوہ ایسے اشخاص بھی بہت کم ہوتے ہیں جو اپنی تمام قابلیتوں سے کماحقہا کام لیں۔ نپولین اعظم کے متعلق لوگ آج تک حیرت کرتے ہیں کہ وہ کیونکر ملکی معاملات کے ساتھ ساتھ علمی مشغلہ بھی جاری رکھ سکا یہہ ہی حالت مولانا کی بھی ہے۔ ایکطرف ملکی معاملات میں اسقدر انہماک کہ دن رات نئے نئے اصلاحات جاری کرنے کی فکر اور قوم کو سنبھالنے کا خیال تو دوسری طرف کثرۃ مطالعہ تالیف و تصنیف کے

علاوہ سلسلہ درس بھی آخر عمر تک جاری رہا۔ سچ تو یہ ہے کہ قوم ایسے لوگوں کی جتنی توقیر کرے کم ہے

تدریس

جیسا کہ سابق میں بیان ہوا ابتدا میں تو آپ کا مشغلہ درس و تدریس ہی تھا۔ جوں جوں سرکاری ذمہ داریوں میں اضافہ ہوا یہ شغل کم ہوتا گیا۔ ہر ہفتہ طلباء مدرسہ نظامیہ کے امتحانات لیا کرتے تھے۔ وزارت کے بعد اس کے لئے بھی وقت نہیں نکال سکے۔ مگر ایسی ہستیاں بہت کم نظر آتی ہیں جو اتنے بڑے عہدے پر فائز ہونے کے بعد بھی رات کے بارہ بجے تک اپنا آرام چھوڑ کر درس دیں آخر عمر تک آپ کا یہ معمول تھا کہ بعد نماز عشا فتوحات مکیہ کا (جو فن تصوف میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رح کی ایک مشہور کتاب ہے) درس دیا کرتے تھے جو کم و بیش آدھی رات تک جاری رہتا تھا

تالیف و تصنیف

اس کے ساتھ ساتھ تالیف کا سلسلہ بھی جاری تھا مولانا کی کل مولفات کم و بیش چالیس تک پہونچی ہیں جو زمانہ کے ضروریات کے مطابق تالیف کی گئیں اور بجز ایک دو کے تقریباً سب چھپ چکی ہیں جن میں سے بعض کو مولانا نے اپنے ذاتی صرفہ سے طبع کروایا اُن کی مقبولیت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ اکثر کتابیں دوبارہ سہ بارہ طبع ہوئی ہیں

انجمن اشاعت العلوم

ناظرین کو معلوم ہوا ہوگا کہ مولانا کے تمام کام اللہ اور صرف اللہ کے واسطے ہوتے تھے

کبھی دولت پیش نظر نہیں رہی اسلئے تصانیف کی اس مقبولیت نے مولانا کی فکروں میں اضافہ کردیا تصانیف خود طبع کرواتے اور اصل لاگت پر فروخت کرتے۔ بلکہ اکثر ضرورت مند یا کم مایہ لوگوں کو مفت یا کمی قیمت پر عنایت فرماتے مگر آفت تو یہ تھی کہ مولانا کے پاس جیسا کہ پچھلے صفحات میں معلوم ہوا کبھی روپیہ جمع نہیں رہتا تھا جس کی وجہ سے بعض وقت کتابوں کی اشاعت میں غیر معمولی تاخیر ہو جاتی جو مولانا کو مضطرب رکھتی آخر میں خدائے قدوس نے اس مانع کو رفع فرمایا اور ۱۸ شوال المکرم سنہ ۱۳۳۰ ہجری کو حسب فرمان مبارک مولانا کے نام پانچسو روپیے ماہوار جاری ہوئی جس کے لئے حکم تھا کہ **علوم دینیہ کی اشاعت کے کام میں لائی جائے**

آہ! کہاں ہیں ایسے لوگ جو ملک و قوم کے لئے اپنا سب کچھ خرچ کر دیتے تھے اور جن کے فقدان نے ملک کو اس درجہ ہلاکت میں ڈالدیا خیر تو کہنا یہ ہے کہ مولانا نے " اس کو اپنی ذات کے لئے سمجھنے کے بدلے اس ماہوار سے ایک انجمن بنام " **انجمن اشاعت العلوم** " کی بنا ڈالی جس کے اغراض و مقاصد یہ تھے کہ ایسے اہل علم کی مفید قوم و ملک تصنیفات جو بوجہ کسی سرمایہ کے طبع نہ کرا سکتے ہوں طبع کروا کے شائع کرے مولانا اپنی زندگی تک اس کے میر مجلس رہے اور انجمن نے خلوص کے ساتھ نہایت بیش قیمت خدمات انجام دیں اور کئی کتابیں شائع کروائیں مگر مولانا کے وصال کے بعد اس میں وہ بات نہیں رہی اب تک اس مجلس نے عربی میں (۱۸) فارسی میں (۲) اردو میں (۵۶) جملہ (۷۶) کتابیں شائع کی ہیں

مولانا علیہ الرحمہ کے جملہ تصانیف پر تفصیل سے روشنی نہیں ڈالی جاسکتی البتہ مختصر طور پر ہر ایک کی کیفیت لکھی جاتی ہے کیونکہ ان سب کا مطالعہ عموماً زمانہ حاضرہ کیلئے مفید اور کارآمد معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہیں

(۱) **کتاب العقل** انسان کی فطرت میں داخل ہے کہ وہ اپنی ذات وعقل کو بہت بڑا سمجھتا ہے اور کسی کو اسکے مقابل کا نہیں سمجھتا جب تک صحیح تعلیم وتربیت انہیں سے یہ انانیت نہ نکالے اسوقت تک وہ منزل مقصود تک نہیں پہونچ سکتا

صحیح تعلیم اسلامی تعلیم ہے اور بہترین تربیت اسلامی اصول پر ہوسکتی ہے جن لوگوں کی تعلیم وتربیت اس کے خلاف ہوتی ہے ان کی عقل راہ راست سے دور رہتی ہے

مولانا علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں یہ بتانے کی کوشش کی ہے کہ انسانی عقل چاہے کتنی ہی ترقی یافتہ کیوں نہ ہو غلطی کرتی ہے ابتداء میں حکماء قدیم کے مسلمہ مسائل اور ان کے اصول کو بیان کرکے عقل کی غلطی تبلائی ہے اسکے بعد حکماء جدید کے اصول سے بحث کرتے ہوئے یہ تبلایا ہے کہ جو کچھ انسانی عقل پیش کرتی ہے یا جن مسائل مذہبی کے سمجھ میں نہ آنے کے سبب اعتراض ہوتا ہے۔ اسی طرح مسائل عقلیہ بھی ہیں جن کے متعلق یہ کہا جاتا ہے کہ یہ بہترین دماغوں کی سعی کا نتیجہ ہیں لیکن یہ بھی مخالفین کے اعتراضوں کے سامنے بیکار ہیں مگر باوجود اسکے موجودہ زمانہ میں ایسے قیاسات عقلی پر تو دل وجان سے یقین رکھا جاتا ہے اور مذہبی یقینیات پر محض اس لئے کہ وہ خدا کی جانب سے ہیں غور کرنے سے انکار کیا جاتا ہے اور ان کے

[illegible] کرنے سے انکار کیا جاتا ہے اور ان کے ماننے میں پس و پیش اسلئے ہم یہاں آپ کی کتاب کے چند مباحث لکھتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ عقل انسانی حقیقت تک پہنچنے میں عاجز اور محتاج ہے

(الف) ابتک کسی کو علم کی حقیقت نہیں معلوم جتنی تعریفیں ابتک کیگئی ہیں سب پر اعتراضات عاید ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ ہر تعریف کرنے والے نے کچھ نہ کچھ دلیلیں پیش کی ہیں مگر معترضین کے اعتراضات کے سامنے بالکل بیکار ہو گئیں

(ب) عقل کو خود اپنی حقیقت نہیں معلوم حکماء چاہے قدیم ہوں یا جدید ہر چیز کی حقیقت بتلانے کا دعوی کرتے ہیں مگر یقین سے یہ نہیں بتلا سکتے کہ عقل کی حقیقت کیا ہے جتنا صحیح باتیں بلکہ یہ کہ حکماء کے اقوال اکثر ایک دوسرے سے نہیں ملتے ایک ... دوسرے کے خلاف ہیں

(ج) بصارت کے متعلق حکماء کے مختلف اقوال نقل کرکے آپ نے ثابت کیا ہے کہ انسان کی بصیرت ایسی علانیہ اور ظاہر چیز کی حقیقت و ادراک سے بھی محروم ہے

(د) کشش ثقل پر نہایت مدلل اعتراضات کرکے یہ ثابت کیا ہے کہ علوم جدیدہ کا اتنا یقینی اور متفق علیہ مسئلہ بھی معترضین کے اعتراضوں کے سامنے بیکار ہو جاتا ہے

اس زمانہ میں مسلمانوں اور خصوصاً انگریزی تعلیم یافتہ مسلمانوں میں یہ ایک صحیح خیال پیدا ہو گیا ہے کہ دین اسلام عقل انسانی کے بالکل مطابق ہے لیکن بدقسمتی سے اس کا

مفہوم غیر صحیح لیا جاتا ہے یعنی ہر انسان چاہے بیوقوف ہو یا احمق دین اسلام کو اپنی سمجھ
اور عقل کے مطابق بنانے کی کوشش کرتا ہے خود مولانا علیہ الرحمہ نے اس کتاب میں یہ ثا
کیا ہے کہ دین اسلام عقل انسانی کے مطابق ہے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہر انسان اح
دین کو اپنی عقل و سمجھ کے مطابق کرنے کی کوشش کرے اسطرح دین دین نہیں رہیگا بلکہ دی
ایک کھلونا ہو جائے گا۔ جسکو جس طرح چاہا بنا لیا بلکہ اس کے یہ معنی ہیں کہ احکام اسل
تو فطرت صحیح اور عقل سلیم کے مطابق رہینگے خواہ ہر ذیعقل کے عقل کی رسائی ان تک

چونکہ یہ ایک اہم مسئلہ ہے اسلئے ہم ناظرین سے عموماً اور جدید تعلیم یاف
حضرات سے خصوصاً خواہش کرتے ہیں کہ اس کتاب کو پڑھیں اور دیکھیں کہ مولانا علیہ الرحمہ نے
ان مسائل کو کس خوبی سے بیان فرمایا ہے غالباً اس کتاب کی تصنیف کا مقصود بھی یہی

(۲) "انوار احمدی" مدینہ طیبہ میں لکھی ہوئی سیرۃ النبی پر ایک کتاب ہے
مولانا علیہ الرحمہ کے جذبات حب نبی کا آئینہ ہے ایک ایک لفظ سے عشق مصطفو
ظاہر ہوتا ہے قابل مطالعہ ہے مولانا الحاج حضرت امداد اللہ صاحب قبلہ رحمۃ اللہ ع
اس پر ایک تقریظ لکھی اور اسکی بیحد تعریف فرمائی ہے

(۳) جب ہندوستان میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تدر
ادعاء نبوت کی طرف قدم بڑھایا تو مسلمانوں نے مخالفت شروع کی مباح
ہوئے مضامین لکھے گئے حیدرآباد میں غالباً مولانا علیہ الرحمہ پہلے شخص ہیں جنھوں
مذہب قادیانی کی رد میں قلم اٹھایا اور افادۃ الافہام کے دو حصے انوار الحق ا
مفاتیح الاعلام کے نام سے چار کتابیں لکھکر شائع فرما دیا لیکن ان میں سے
کسی کا جواب بھی مرزا صاحب نے نہیں دیا اور ابتک رد کرنے والے حضرات

ان کتب کی مدد سے بے نیاز نہیں ہوے غرض ان حصوں کے دیکھنے سے مذہب قادیانی کی اصلی تصویر دکھائی دیتی ہے امید کہ عامۃ المسلمین ان حصوں کا مطالعہ کرینگے

(۴) شمیم الانوار - مولانا علیہ الرحمہ شاعر نہیں تھے تصوف کے رنگ کے باعث جو خیالات اور جذبات اُٹھتے تھے ان کو کبھی کبھی نظم فرما دیا کرتے تھے آپ کا کلام یقیناً عام مذاق کے مطابق نہ ہوگا البتہ وہ لوگ جو صوفیانہ مذاق رکھتے ہیں ضرور اس سے حظ اٹھائینگے کلام کا اکثر حصہ توحید و نعت میں ہے

* * *

ہر کسے را با تو رازے دیگرے   ناز و انداز و نیازے دیگرے
عاشقاں را تا بخلوت گاہِ دل   ہست پنہاں ترکتازے دیگرے
عاشقاں را در بیانِ رازہاست   ہر حقیقت را مجازے دیگرے
انورِ افتادہ را اے دستگیر   نیست جز تو چارہ سازے دیگرے
یا الٰہی دل ز دستم می برد ایں بوئے کیست   ویں روا رو ہائے جانہا عزیزاں سوئے کیست
یارب ایں آشوبِ صد شامِ غریباں موئے کیست   فتنۂ روزِ قیامت قامتِ دلجوئے کیست
باکہ مانی اے قمر تا منظرت شد دلپذیر   ویں حکایت اے ہلالِ عید از ابروئے کیست
انورا قصدِ تقرب با سگِ کویش کنی   ہیچ میدانی کہ آں سگ پاسبانِ کوئے کیست

(۵) حقیقۃ الفقہ (۲) حصے مسلمانوں کا ایک فرقہ جو اپنے کو اہلِ حدیث سے موسوم کرتا ہے وہ فقہ کا مخالف اور فقہاء کو بُرا بھلا کہنے والا ہے جو اکابر دین پر طرح طرح کے الزام دھرتا اور ان کو بدنام کرنے کی کوشش کرتا ہے اور فقہ کو علماء کا ایک ڈھکوسلا اور فقہ پر عمل کو نہ صرف غیر ضروری سمجھتا ہے بلکہ گمراہی بتلاتا ہے

جسکی وجہ سے عام طور پر مسلمانوں پر برا اثر پڑنے کا قوی احتمال تھا اور ہے اس غلطی کو دور کرنے کیلئے مولانا علیہ الرحمہ نے یہ کتاب دو حصوں میں لکھی ہے ابتدا میں فقہ کی تاریخ بتلائی ہے اور اسکی تدوین میں فقہاء نے جو مصیبتیں اٹھائی ہیں ان کو ظاہر فرمایا ہے جس سے فقہ پر عائد ہونے والے اعتراضات خود بخود اٹھ جاتے ہیں اسی طرح عقل و نقل سے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ قرآن و حدیث سے احکام مستنبط کرنا ہر شخص کا کام نہیں ہے بلکہ احکام کے استنباط کرنے والوں میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے ورنہ ان کے استنباط میں بجائے ہدایت کے گمراہی کا احتمال ہے غرض یہ حصے بھی قابل دید ہیں

(۶) مقاصد الاسلام (۱۱) حصے - جب کبھی مولانا علیہ الرحمہ کو اپنے مشغلہ علمی میں کوئی خاص خیال پیدا ہوتا تو آپ اسکو ایک مضمون کی شکل میں لا لیا کرتے تھے چونکہ ایسے مضامین بوجہ اختصار اس قابل تھے کہ عوام کے افادہ کیلئے ان کی اشاعت کیجائے اسلئے مقاصد الاسلام نامی ایک رسالہ جاری فرمایا جسکی اشاعت کوئی موقتی چیز نہیں تھی بلکہ جب کبھی کچھ مضامین جمع ہوجاتے شائع کردیے جاتے تھے، اسکے مضامین کے متعلق یہ کہا جاسکتا ہے کہ مختلف قسم کے جواہر ہیں جو ایک لڑی میں پرودے گئے ہیں اس سلسلہ میں آپ نے مدرسہ نظامیہ کا جا بجا ذکر فرمایا ہے جس سے مقصود یہ تھا کہ قوم اسکے حالات اور غرض و غایت اور اسکے کارناموں سے واقف ہوکر اسکا دامے درمے قدمے مدد کرے ان رسائل کے اہم مضامین حسب ذیل ہیں

(۱) تمدن و تہذیب صرف انسان ہی کا حصہ ہے دوسری کسی مخلوق میں یہ صلاحیت ہی نہیں ہے

٢ - مسئلہ تقدیر کی تحقیق
٣ - ولایت کس کو کہتے ہیں اور اسکے اہل کون ہوسکتے ہیں
٤ - خلق الانسان علی صورتہ کی تشریح
٥ - تصوف کیا ہے
٦ - جزا و سزا جنت و دوزخ اور قیامت کا دلائل عقلیہ سے اثبات
٧ - مسئلہ جبر و قدر کی تحقیق
٨ - وحدۃ الوجود اور وحدۃ کاملہ
٩ - معجزہ اور اسکی ضرورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا اثبات
١٠ بعض تاریخی واقعات
١١ - اتباع صحابہ کی ضرورت کیوں ہے

(٧) رسالہ مسئلۃ الربوٰ یہ ایک مختصر رسالہ ہے اس زمانہ میں اس قسم کے رسالوں کے مطالعہ کی سخت ضرورت ہے اسمیں مولانا علیہ الرحمہ نے ان مسائل سے بحث فرمائی ہے

الف - ربوا (سود) کس کو کہتے ہیں
ب - سود دارالحرب میں لینا جائز ہے یا نہیں
ج - ہندوستان دارالحرب ہے یا نہیں
د - دارالاسلام کب دارالحرب بن جاتا ہے

(٨) الکلام المرفوع فیما یتعلق بالحدیث الموضوع میں جمع احادیث اہلبیت راوی حقیقت محدثین و فقہا حفظ اسناد وغیرہ سے بحث فرمائی ہے

(۹) "خدائی قدرت" یہ ایک مختصر منظوم رسالہ ہے جسمیں آپنے ثابت کیا ہے کہ انبیاے عظام اور اولیاے کرام سے استمداد کر سکتے ہیں

(۱۰) رسالہ "خلق افعال"، نام سے اسکے مضمون کا اندازہ ہو سکتا ہے اس میں حق تعالی کا خالق افعال ہونا ثابت کیا گیا ہے اور فرقہ معتزلہ اور قدریہ کے اعتراضات کے جوابات فلسفیانہ طریقہ پر دے ہیں

(۱۱) رسالہ انوار اللہ الودود فی مسئلہ وحدۃ الوجود میں عقل و نقل سے وحدۃ الوجود کو ثابت کیا ہے

(۱۲) رسالہ انوار اللہ میں مسلمانوں کو دلچسپ پیرایہ میں فریضۂ حج ادا کرنے کی ترغیب دلائی گئی ہے

(۱۳) رسالہ چہل حدیث میں علم کے فضائل میں چالیس حدیثیں جمع فرمائے ہیں

(۱۴) رسالہ بشری الکرام میں محققانہ حیثیت سے میلاد شریف کو ثابت کیا ہے

(۱۵) کتاب التوحید میں نفس توحید کے مسائل لکھے ہیں

دائرۃ المعارف النظامیہ سابق میں ذکر آچکا ہے کہ مولانا نے زمانہ قیام مدینہ منورہ میں کچھ نایاب کتابیں اپنے ذاتی ہزاروں روپیے خرچ کر کے نقل کروائی تھیں جب ۱۳۰۸ھ میں وہاں سے واپس ہوئے تو مولانا کو خیال گزرا کہ یہ علوم قدیمہ کا بیش بہا خزانہ کسی طرح تلف ہونے سے بچ جائے مولانا کے پاس اتنا سرمایہ نہیں تھا جو خود طبع کرواتے کیونکہ جو کچھ تھا وہ سب وہیں مدینہ طیبہ میں صرف ہو چکا تھا اسلیے آپ نے ملا محمد عبدالقیوم صاحب مرحوم سابق کمشنر انعام و اول تعلقدار سرکار عالی سے

مشورہ فرمایا۔ اور آپ کی سعی وامداد سے اسی سال مولانا نے ایک مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ کے نام سے قائم فرمایا جب کچھ دنوں بعد سرکار سے سالانہ پانچسو روپیہ امداد منظور ہوئی تو مولانا نے اس کے انتظامات ایک انجمن کے تفویض فرمادئے دائرہ کی سب سے پہلی مطبوعہ کتاب شیخ علاء الدین مرحوم برہان پوری کی تالیف کنز العمال شائع کی جو حدیث نبویہ کا بہترین مجموعہ ہے اور جس کو مولانا مدینہ طیبہ سے نقل کروا کے لائے تھے اور اب دائرہ کی حالت نہایت مستحکم ہو گئی ہے۔ اس وقت تک دائرہ نے (۷۶) نادر الوجود عدیم المثال کتابوں کے (۱۶۰) حصے شائع کئے ہیں جو قابل قدر اور لائق مطالعہ ہیں اور اس وقت اس کا سرمایہ محفوظ (۵ لاکھ) تیس ہزار اور ماہوار آمدنی تخمیناً (۳۰۰۰) سکہ عثمانیہ ہے۔

کتب خانۂ آصفیہ کتب خانۂ آصفیہ کا بلحاظ علمی نادرات کے ہندوستان کے مشہور کتب خانوں میں شمار کیا جاتا ہے اس کے قیام کا واقعہ مولانا نے بہ سبیل تذکرہ راقم الحروف سے اس طرح فرمایا کہ "محیط سرخسی" کا (جو فقہ حنفی کی ایک مشہور کتاب ہے) ایک قلمی نسخہ سنہ ۱۱۹۶ھ میں حکیم محمد جعفر خاں صاحب کے پاس تھا اُن کے انتقال کے بعد مختلف ہاتھوں میں پھرتے پھراتے قاضی دلاور علی صاحب کے ہاں پہونچا جہاں سے کسی نے غائب کر دیا جب مجھے اس کی اطلاع ملی تو اس نادر کتاب کے تلف کا بے حد صدمہ ہوا۔ اور ساتھ ہی یہ خیال پیدا ہوا کہ اگر حیدرآباد میں ایک ایسا کتب خانہ قائم کیا جائے جس میں ایسی نایاب کتابیں فراہم کی جائیں تو قدیم علمی ذخائر تلف ہونے سے محفوظ ہو جائینگے۔ جب اس کا ذکر ملا محمد عبدالقیوم صاحب سے

کیا تو انہوں نے میرے ہم خیال ہو کر فرمایا کہ ایسا کتب خانہ تو حکومت کی طرف سے قائم ہونا چاہیے چنانچہ ملا صاحب نے اس کا ذکر نواب عماد الملک بہادر مشیر مدار المہام سے کیا اور نواب صاحب موصوف فوراً راضی ہو گئے اور سرکار میں قیام کتب خانہ کی تحریک فرمائی جو منظور ہوئی اور سنہ [illegible] ہجری میں کتب خانہ آصفیہ کا قیام عمل میں آیا۔ گویا اس علمی خزانہ کی بنیاد بھی مولانا ہی کے خیال اور تحریک سے پڑی گو تکمیل دوسروں کے ہاتھوں ہوئی ہو

مدرسۂ نظامیہ

سابق میں ذکر آچکا ہے کہ مولانا کے [illegible] ملک کو سیراب کرنے کیلئے مدرسۂ نظامیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ جب یہ قائم ہوا ہے تو ابتداءً اس کی حیثیت ایک مکتب کی تھی مگر مولانا کی ان تھک کوششوں اور آپ کے احباب کی امداد سے اس درجہ پر پہنچ گیا کہ دکن و ہندوستان تو ایک طرف تمام عالم اسلام میں مدرسۂ نظامیہ [illegible] آن کے ساتھ حیدرآباد دکن کی دھوم مچ گئی۔ یہی اسباب ہیں جن کی بنا پر **نواب فضیلت جنگ علیہ الرحمہ بانی مدرسۂ نظامیہ کے نام سے** یاد کیے جاتے ہیں

ابتدا میں جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے اخراجات مدرسہ اہل خیر کی امداد پر چلتے رہے اور جب مولانا کے ابتلا کا زمانہ ختم ہوا اور آپ حضور نظام اعلیحضرت میر محبوب علیخان غفران مکان کی تعلیم پر مقرر ہوئے تو آپ بھی کثیر مقدار میں چندہ دیا کرتے تھے جوں جوں آپ کی آمدنی میں اضافہ ہوتا گیا آپ چندہ کی مقدار میں بھی اضافہ فرماتے تھے۔ مولانا نے مدرسہ نظامیہ کی مالی

کس قدر امداد کی اُس کا ذکر پچھلے صفحات میں نہایت تفصیل سے آگیا ہے اس لئے یہاں اس کا اعادہ غیر ضروری سمجھکر قلم انداز کر دیا جاتا ہے

آمدم برسر مطلب جوں جوں دن گذرتے گئے مدرسہ نظامیہ کی شہرت کے ساتھ طلباء کی تعداد بھی بڑھتی گئی آخر نوبت بایں جا رسید کہ صرف اہل خیر کی امداد پر مدرسہ کو چلانا مشکل ہو گیا۔ اب دو صورتیں پیش تھیں یا تو طالب علم کو ناکام و نامراد رکھا جاتا یعنی طلباء کا داخلہ بند کر دیا جاتا یا اخراجات کی تکمیل کے لئے کوئی دوسری سبیل کی جاتی بالآخر ان اسباب سے مجبور ہو کر حکومت سرکار عالی سے امداد کی درخواست کی گئی جس کی بناء پر پہلے پہل ۲۴ جمادی الاولی ۱۳۰۹ھ میں پچاس (عہ) ماہوار امداد منظور کی گئی مگر مدرسہ کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے لحاظ سے یہ امداد بالکل ناکافی ثابت ہوئی۔ اور امداد کے لئے پھر دوسری درخواست پیش کی گئی اور اس سابقہ امداد میں اضافہ منظور ہوا اس طرح کئی بار اضافہ کی درخواست کی گئی اور منظور ہوئی حتی کہ اعلحضرت نواب میر عثمان علیخاں بہادر خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ تخت نشین ہوئے اس وقت مدرسہ نظامیہ کو سرکار سے سات سو روپیہ امداد ملتی تھی۔ اور حال یہ تھا کہ وہ بھی ناکافی اس پر مولانا نے اعلحضرت کی خدمت میں تمام حالات کا اظہار فرمایا جس کا علم دوست والی ملک کے درد بھرے دل پر بہت اثر ہوا اور شاہ والا جاہ نے اسی وقت کل امداد دو ہزار ماہوار کر دی اور اس کے بعد مزید پانچسو (عہار) کا اضافہ منظور فرمایا چنانچہ تا حال ڈھائی ہزار ماہوار امداد سرکار سے مل رہی ہے

مدرسہ نظامیہ پہلے پہل سنہ ۱۲۹۲ھ میں مولوی مظفر الدین صاحب معلی مرحوم سابق مددگار ناظم تعلیمات سرکار عالی کے مکان واقع افضل گنج میں قائم ہوا بعض ضرورتوں سے وہیں آس پاس دو تین مکانوں میں منتقل ہونے کے بعد جب دار الاقامہ کا انتظام کیا گیا تو سنہ ۱۳۰۲ھ میں مولوی امیر الدین حسن صاحب مرحوم کے مکان واقع چپنیہ دروازہ میں منتقل کیا گیا۔ صاحب موصوف نے مدرسہ کو صرف مکان ہی نہیں دیا بلکہ حتی المقدور دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح اس کی ترقی میں سعی کی اور ایک عرصہ تک بلا معاوضہ مہتممی کی خدمت انجام دی اس کے بعد بعض اسباب کی بنا پر نواب فیروز یار جنگ مرحوم کے مکان میں منتقل ہوا۔ گو نواب صاحب ممدوح کا مکان نہایت وسیع تھا جو مدرسہ کو مستعار ملا تھا مگر جگہ ناکافی ہونے کے سبب ایک اور مکان مولوی رفیع الدین حسین صاحب کا عاریتاً لیا گیا۔ اس کے بعد سرکار عالی نے سنہ ۱۳۱۹ھ میں محلہ شاہ گنج میں ایک وسیع اور پختہ مکان مدرسہ کیلئے عنایت فرمایا مگر چند سال کے بعد وہ بھی ناکافی ہونے لگا تو سرکار سے ایک اور مکان محلہ شبلی گنج میں عنایت ہوا اور اس کی تعمیر و ترمیم کیلئے بارہ ہزار (۱۲۰۰۰) روپیے عنایت ہوئے شاہ گنج کا مکان مطبع دائرۃ المعارف کو مدرسہ کی جانب سے مستعار دیا گیا اور شبلی گنج کے مکان میں اس وقت مدرسہ ہے۔ مولانا کو مدرسہ سے اتنی محبت تھی کہ جس کا بیان نہیں۔ باوجود سرکاری مصروفیات کے کچھ نہ کچھ وقت مدرسہ کے کام کیلئے ضرور نکال لیتے طلبا کا امتحان ہر ہفتہ لیتے شوقین طلبا کو انعامات دیکر حوصلہ افزائی کرتے ہفتہ میں دو ایک بار مدرسہ تشریف لاتے تعطیلات کا

معائنہ فرماتے۔ عہدہ داران مدرسہ مدرسین کو ہدایات دیتے۔ مصروفیات کی کثرت کے بعد ایک مجلس بھی قائم فرمائی تھی مگر اس پر بھی آپ کی توجہ مدرسہ کی جانب سے کم نہیں ہوئی

مولانا ہمیشہ مدرسہ کو متوکلاً علی اللہ چلاتے رہے۔ جتنی آمدنی تھی اس سے زیادہ خرچ تھا۔ کمی ہوتی تو اپنے پاس سے صرف فرماتے۔ آپ کے آخیر زمانے میں جب مجلس انتظامی نے چاہا کہ مدرسہ کے آمد و خرچ کا ایک موازنہ مرتب کیا جائے تاکہ خرچ آمدنی سے بڑھنے نہ پائے اور دقت نہ ہو تو آپ نے اراکین مجلس سے ارشاد فرمایا کہ آپ حضرات مدرسہ کے معاملے میں ہمیشہ توکل کو پیش نظر رکھیں جس طرح کہ میں نے کیا ہے۔ نہ میں نے کبھی طلبا کی تعداد معین کی نہ خرچ کی یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ خرچ کے ساتھ آمدنی بھی بڑھا دی مدرسے نے ترقی کی اور طلبہ کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہی ہوتا رہا۔ مولانا کے وصال سے کچھ دن پہلے راقم نے بہ حیثیت مہتمم مدرسہ ایک یادداشت مجلس میں پیش کی تھی کہ بہ لحاظ گرانی و حالات حاضرہ کے مدرسہ کی موجودہ آمدنی کافی نہیں ہے نیز مدرسین کی ماہواروں میں بھی اضافہ کی ضرورت ہے کیونکہ ایک طرف تو گرانی بڑھ رہی ہے اور دوسری طرف محکمہ تعلیمات سرکار عالی میں نئے مدارس کھل رہے ہیں جن کی وجہ سے اچھے کام کرنے والوں کا فقدان ہو جائیگا اس لئے اضافہ آمدنی کے لئے کوشش کی جائے تو اس پر مجلس نے تجویز کی کہ ایک جلسہ عام کرکے قوم کو اس جانب متوجہ کیا جائے۔ چنانچہ مولانا کی صدارت میں ایک جلسہ ۲۴ جمادی الاولیٰ سنہ ۱۳۳۶ھ م ۱۴ اردی بہشت سنہ ۱۳۲۷ف روز جمعہ منعقد ہوا

تو مولانا کو سرطان کی وجہ سے سخت تکلیف تھی مگر آپ نے جلسہ میں شرکت سے انکار نہیں فرمایا اور باوجود انتہائی تکلیف کے ختم جلسہ تک تشریف فرما رہے گویا یہ مولانا کی مدرسہ میں آخری تشریف فرمائی تھی اس کے ایک ہفتہ بعد آپ کا وصال ہو گیا اس جلسہ میں جناب مولانا نظامی کی پیش کردہ دو تجویزیں باتفاق آرا منظور ہوئیں

(۱) قوم سے چندہ کی درخواست کی جائے

(۲) سرکار میں اضافہ امداد کیلئے درخواست کی جائے

راقم نے اس جلسہ میں ایک مفصل رپورٹ پڑھی تھی جس میں مدرسہ کی ابتدائی ترقی اور موجودہ حالت اجمالاً بیان کی گئی تھی۔ اس وقت ایسے طلباء کی تعداد جن کے اخراجات کا مدرسہ کفیل تھا تقریباً چار سو تھی اور دوسرے طلباء کی تعداد (۵۰۰) جملہ (۹۰۰) تھی اس کتاب میں پوری رپورٹ نقل کرنا تو باعث طوالت ہے البتہ اس کا خلاصہ لکھا جاتا ہے تاکہ قوم اندازہ کر سکے کہ کوئی قومی کام سچے ہمدرد اور بے غرض مربی کی نگرانی میں کس طرح چل سکتا ہے اور جب اس میں خود غرضیاں آجائیں تو کس طرح تباہ ہو جاتا ہے اس رپورٹ کے بعض فقرے یہ ہیں

"عربی کی باقاعدہ تعلیم و رہائش طلبہ کے انتظام کو مفید طریقہ پر شروع ہو کر آج اکتیس سال ہوتے ہیں جس کی مختصر حالت اس وقت پیش ہے"

"مدرسہ کے نصاب میں منطق، فلسفہ، حدیث، تفسیر، فقہ، اصول فقہ، اصول حدیث، مناظرہ، معانی، بلاغت، ہیئت، ہندسہ، صرف، نحو، وکلام کی ساٹھ کتابیں ہیں جن کی تکمیل کے بعد متعلم فارغ التحصیل سمجھا جاتا ہے

بلحاظ سہولت مدرسہ کے نصاب کے دو حصے کئے گئے ہیں ایک ضروری اور دوسرا تحصیلی تحصیلی میں تو پورا نصاب مشترک ہے اور ضروری میں ایک ثلث سے الگ کر دیا گیا ہے تاکہ جو طلباء اپنے حوائج خانگی کے سبب سے زیادہ قیام نہیں کر سکتے وہ ضروری نصاب ہی ختم کر کے چلے جائیں، چنانچہ اس اکتیس سال کے عرصہ میں مدرسے سے ایکسو اسی (۱۸۰) علماء تو ایسے پیدا ہوئے جنہوں نے نصاب تحصیلی یا ضروری کی تکمیل کی اور مسلمانوں کی دینی و مذہبی ضروریات اچھی طرح پوری کر سکتے تھے اس کے علاوہ ایسے طلباء کی تعداد جو اس معیار کو پہنچنے سے پہلے ہی اپنی ضروریات کے تحت تعلیم ختم کر دیتے تھے بہت زیادہ ہے صرف اوسط طلباء کی تعداد جو مدرسہ میں زیر تعلیم تھے اور امتحان سالانہ میں کامیاب سنہ ۱۳۰۷ف لغایتہ سنہ ۱۳۲۶ف یعنی انیس (۱۹) سال میں (۱۹۲۹) ایک ہزار نو سو انتیس تھی۔ طلباء اس کے علاوہ ہیں جن کی صحیح تعداد معلوم کرنا بھی مشکل ہے۔ پوری تفصیل سے بوجہ طوالت احتراز کیا گیا ہے یہ ہے مدرسہ کی ترقی اور اس کا عروج جس کو مولانا نے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ فرمایا

آہ اب کہاں ہے وہ مدرسہ پر اپنا سب کچھ لٹانے والی ہستی جو مدرسہ کی اس کس مپرسی کی حالت کو دیکھے اور رنج کرے ہم اس کا اندازہ نہیں کر سکتے کہ مولانا کی روح اس قومی یادگار اور وراثت کو برباد ہوتے ہوئے دیکھ کر کس قدر بے چین ہوتی ہوگی

یہاں یہ بات خاص طور پر غور کرنے کے قابل ہے کہ مدرسہ نظامیہ مسلمانوں کے لئے قائم ہوا تھا اس کو کسی خاص جگہ سے کوئی خصوصیت نہیں

تھی۔ "مسلمان جہاں رہے وہی اس کا وطن ہے" مولانا کا مطمح نظر تھا اسی لیے ناظرین ملاحظہ فرمائینگے کہ مدرسہ میں زیادہ تعداد غیر ملکی طلباء کی تھی اور مولانا بوجہ ان کی غربت اور وطن سے دور ہونے کے زیادہ خیال فرماتے اور بلا روک ٹوک مدرسہ میں شریک فرما کر ان کے خوراک و لباس وغیرہ کا انتظام فرماتے چنانچہ (۱۸۷) اعلیٰ تعلیم یافتہ طلباء میں سے (۱۰۰) غیر ملکی اور (۸۷) ملکی ہیں مگر افسوس کہ مولانا کے وصال کے بعد **اسلامی اخوت تو رہی ایکطرف جذبہ دینی ایکطرف ملکی اور غیر ملکی کے تباہ کن احساسات** نے مدرسہ کو اس حال پر پہنچا دیا کہ اس کا ذکر نہ کرنا ہی مناسب ہے۔ خدا اپنے حبیبؐ کے تصدق سے اسکو اعداء کے ہاتھوں سے محفوظ رکھے

شعبہ تقریر تعلیم کے علاوہ مدرسہ میں تقریر و وعظ کی مشق کرانے کا بھی باضابطہ انتظام تھا ۱۳۲۳ھ سے معلم صاحبان خاص اس کام پر مامور تھے ہفتہ میں دو مرتبہ اوسط و اعلیٰ طلباء تقریر کرتے اور دو بار تحتانی طلباء دونوں کے معلم جداگانہ تھے طریقہ یہ تھا کہ ایک ہفتہ پہلے طلباء کو مضمون دیا جاتا وہ اس مدت میں تیار ہو جاتے او مقررہ وقت پر تمام مدرسہ کے طلباء جمع ہوتے اور مقرر کھڑے ہو کر تقریر شروع کرتا ختم تقریر پر معلم صاحب مقرر کی غلطیوں کی اصلاح او ہدایات سے (جو قلم بند کی جاتیں) اس کو واقف کراتے یہ ایسا طریقہ تھا جـ بہت تھوڑی مدت میں طلباء اچھے مقرر ہو جاتے تھے

دارالافتاء بحیثیت مذہبی درسگاہ ہونے کے لوگ اکثر

مذہبی مسائل دریافت کرتے تھے بعد میں اس کثرت سے استفتاء آنے شروع ہوئے کہ مدرسہ کو اس کا ایک علحدہ شعبہ قایم کرنا پڑا چنانچہ غرہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۲۸ھ م سنہ ۱۳۲۰ف میں دار الافتاء قائم ہوا اور اس نے قوم ملک و دین کی کس طرح خدمت کی وہ مشہور عالم اور اظہار سے مستغنی ہے۔ اب تک جوابات کے تین حصے فتاوائے نظامیہ کے نام سے شائع اور ملک میں بے حد مقبول ہوئے ہیں

مدرسہ نظامیہ سے حضرت اقدس و اعلیٰ کی محبت

آخر میں اس بات کا ذکر بھی بے موقع نہ ہوگا کہ اعلیٰحضرت آصفجاہ سابع نظام الملک سلطان العلوم نواب میر عثمان علیخاں بہادر فرمانروائے دولت آصفیہ صانہا اللہ عن الشرور والفتن کو مدرسہ نظامیہ سے کتنا گہرا قلبی تعلق ہے مولانا کی زندگی میں تو اس جانب خاص توجہ تھی اکثر طلباء مدرسہ کو مدعو فرماتے تحائف سے سرفراز فرماتے میوہ و خاصہ تناول روانہ فرماتے مولانا نے جس بات کے متعلق عرض کیا شاہ والا جاہ نے منظور فرمایا۔ کئی بار مدرسہ کو تشریف فرمائی سے رونق بخشی۔ مولانا کے وصال کے بعد بھی توجہ ہمایونی مدرسہ کی جانب سے کم نہیں ہوئی چنانچہ مدرسہ کے متعلق فرمان واجب الاذعان مصدرہ ۲۲ ربیع الاول سنہ ۱۳۴۰ھ میں ارشاد ہے کہ "مدرسہ نظامیہ کی بنیاد ڈالی ہوئی ایک عالم و فاضل کی ہے جس نے اپنی تمام عمر عبادت میں صرف کی اور دنیوی معاملات سے احتراز کیا۔ یعنی مولانا انوار اللہ صاحب فضیلت جنگ مرحوم و مغفور چونکہ یہ مدرسہ خاص ان کا ایجاد کردہ ہے اور ان کے بعد ان کی یادگار ہے۔ لہذا مجھے ضروری ہے کہ اس کی بقاء و بہبودی

کی طرف متوجہ ہوں ۔" مگر افسوس اس کا ہے کہ ایک قومی مدرسہ جو [illegible] سال سے قوم و دین کی خدمت کر رہا ہے جو ایک زبردست عالم باعمل کی یادگار ہے ۔ اور جس کی بانی شاہ عالی مرتبت کی اتنی توجہ ہے ۔ ایسے لوگ مٹانے کی فکر میں بھی ہیں جو اپنے آپ کو سلطان اور اس ریاست اور حضرت کا وفادار نمک خوار سمجھتے ہیں جس کی وجہ سے مدرسہ کو آئے دن نئے نئے مصائب سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور بجائے اس کے کہ یہ بڑھتا اور پھیلتا پھولتا اندر ہی اندر اس کی جڑیں کھوکھلی ہوتی جا رہی ہیں۔ قوم سے استدعا ہے کہ مدرسہ کی بقاء و ارتقاء میں جان و دل سے کوشش کریں کیونکہ ملک میں یہی ایک درس گاہ دین و علم دین کی محافظ ہے۔ "الیوم اکملت لکم دینکم" نازل فرمانے والے خدا سے دعا ہے کہ اپنے حبیب پاک کے صدقے سے اس خادم دین کو حساد و اعداء کے فتنہ و فساد سے مامون و مصئون رکھے آمین

فیض روحانی

ہم نے پہلے ذکر کیا ہے کہ مولانا کو اپنے والد ماجد اور حضرت الحافظ الحاج مولانا امداد اللہ صاحب سے تمام سلاسل میں بیعت و خلافت حاصل تھی۔ مگر آپ نے خود کسی کو اپنے سے بیعت کرنے کیلئے نہیں فرمایا۔ اگر کوئی شخص خود درخواست کرتا تو فرماتے کہ "میں اس قابل نہیں ہوں۔ کسی اور (قابل بزرگ) سے بیعت کرلو تو بہتر ہوگا۔" اس کے بعد بھی اگر کوئی اصرار کرتا تو شریک سلسلہ فرما لیتے آپ عموماً سلسلہ عالیہ قادریہ میں بیعت لیتے تھے اگر طالب کی خواہش کسی دوسرے سلسلے میں شریک ہونے کی ہوتی تو آپ اس کی

مرضی کے مطابق اسی سلسلے میں شریک فرماتے تھے طالب کی طلب پر اذکار سلسلہ بھی تلقین فرماتے تھے اگر کسی کو حصول معارف وحقائق کا شوق ہوتا تو انکو فتوحات مکیہ کے درس میں شریک ہونے کی ہدایت فرماتے

اقوال

عموماً ذی علم اشخاص کو ہدایت فرماتے کہ اوراد و اذکار کے بجائے ہمیشہ علوم دینیہ کی تعلیم وتعلم اور ان کی اشاعت میں کوشاں رہیں کیونکہ اس کے برابر کوئی عبادت باعث تقرب الٰہی نہیں ہے

راقم نے بارہا آپ سے تلقین اذکار کی خواہش کی مگر جب کبھی آپ کوئی ذکر تلقین فرماتے تو اسکے ساتھ ہی یہ بھی فرما دیتے کہ

دین کی خدمت کرو اس میں چنداں مصروف ہونے کی ضرورت نہیں

آپ فرمایا کرتے تھے کہ میں بھی ابتداءً ذکر اذکار کیا کرتا تھا مگر اب اس کے بدلے اسوقت کو علوم دین کی خدمت میں صرف کرتا ہوں کیونکہ ذکر سے انجلائے باطن ہوتا ہے اور انسان کو اپنے مدارج معلوم ہوتے ہیں جس سے اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں رعونت نہ آجائے عبادت سے محض تقرب الٰہی مقصود ہے اور بعد ادائی فرض کے افضل عبادات تحصیل علم دین اور اس کی اشاعت ہے اگر کوئی شخص اس میں مصروف ہو تو اس کے مدارج روز افزوں ترقی کرتے ہیں گو اس کو اس کا علم نہ ہو اور خدا اور رسول کی خوشنودی اور قربت حاصل ہو جاتی ہے

مولانا کو مدرسہ نظامیہ کے طلباء سے بہت محبت تھی چنانچہ سال میں دو تین مرتبہ تمام طلباء کو کسی باغ یا تفریح گاہ میں لے جاتے دو تین روز تک

قیام فرماتے وہاں اُن سے تقریریں مناظرہ اور بیت بازی کے مقابلے کراتے طلباء جب اس سے تھک جاتے تو تھوڑی دیر اُن کو کھیلنے کی اجازت بھی دیتے تھے۔ ایک دفعہ بچے آپ کے سامنے لون پاٹ کھیل رہے تھے۔ راقم پاس تھا فرمایا کہ "بتلاؤ اس میں امتیاز شرعی کیا ہے" یعنی اس سے انسان کیا نصیحت حاصل کر سکتا ہے۔ راقم نے عرض کیا کہ خادم کی فہم اس کے ادراک سے قاصر ہے آپ نے فرمایا اس کھیل کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک فریق اپنے مخالفین سے بچکر نکل جائے اور وہ اُس کو چھونے نہ پائیں۔ اسی طرح خدائے عزوجل کا منشاء بھی یہی ہے کہ انسان اس طرح بچکر خدا تک پہنچ جائے کہ انسان کے مخالفین اسکو چھونے بھی نہ پائیں راقم پر اس کا بے حد اثر ہوا اور خیال کیا کہ یقیناً آپ کا کوئی وقت یاد حق سے خالی نہیں رہتا اور آپ ہر بات سے کوئی نہ کوئی عبرت حاصل فرماتے ہیں

آپ جس طرح اپنے معاملات میں **اللہ عزوجل** کی ذات پر بھروسہ فرماتے تھے اُسی طرح مدرسہ نظامیہ کے معاملہ میں بھی توکل پیش نظر تھا۔ آپ نے بارہا راقم الحروف سے فرمایا کہ خرچ کو ہمیشہ آمد سے زائد رکھنا چاہئے تا کہ احتیاج الی اللہ باقی رہے۔ (ہم تو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ اُن لوگوں کے لئے مناسب ہے جن کے پیش نظر ہمیشہ خدائے تعالی اور اس کا قادر مطلق اور رزاق ہونا ہو۔ ورنہ ہم جیسوں کے لئے تو **ولا تبسط کل البسط فتقعد ملوماً مدحوراً** ہی بہتر ہے) وفات سے کچھ روز پہلے جب آپ نے مدرسہ کی مجلس انتظامی بدلی تھی تو بعض اراکین نے چاہا کہ مدرسہ کا ایک موازنہ مرتب کریں

اور اخراجات کو اُس سے بڑھنے نہ دیں اس پر آپ نے فرمایا کہ میں ایک بات کہتا ہوں غالباً آپ حضرات اس کو پسند نہیں فرمائینگے وہ یہ کہ جس طرح میں نے مدرسہ کو توکل پر چلایا ہے اُسی طرح آپ بھی عمل فرمائیں۔ آپ حضرات کو معلوم ہے کہ نہ میں نے کبھی طلباء کی تعداد مقرر کی نہ اُن کے اخراجات کا کوئی اندازہ کیا۔ یہی وجہ ہے کہ اب تک برابر طلباء کی تعداد بڑھتی ہی رہی اور اضافہ طلباء کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ نے آمدنی بھی بڑھادی مگر افسوس ہے کہ آپ کے وصال کے بعد اس پر عمل نہیں کیا گیا جسکا نتیجہ آج آنکھوں کے سامنے ہے۔ اب تو اضافہ طلباء کی بدلے روز بروز اضافہ عملہ ہی ہوتا ہے اور طلباء کی تعداد دن بدن گھٹتی جا رہی ہے

ظاہری

پچھلے صفحات کے دیکھنے سے ناظرین نے اندازہ فرمالیا ہوگا کہ قوم کی نظروں میں مولانا کی کیا وقعت تھی اور آپ کے ظاہری مراتب کیا تھے اُنکا بالتفصیل اظہار بے ضرورت سمجھکر نظر انداز کرتے ہیں البتہ ایک فرمان شاہی جو پیچھے مدرسہ نظامیہ کے عنوان میں گزر چکا اور دوسرا جو مولانا کے وصال کے بعد شرف نشر پایا تھا نقل کیا جاتا ہے تاکہ اس سے اور عنوان مدرسہ نظامیہ میں گزری ہوئی فرمان مبارک سے اندازہ ہوسکے کہ مولانا کی شاہ دکن اعلیٰحضرت آصفجاہ سابع کی نظروں میں کیا وقعت تھی۔

باطنی

اگرچہ کسی کے مدارج باطنی ہر شخص پر ظاہر نہیں ہوسکتے مگر اُن لوگوں میں بھی جو بصیرت سے

محروم ہیں تین قسم کے لوگ ہیں (۱) ایک تو وہ جو خوش اعتقادی کی وجہ سے یقین کر لیتے ہیں (۲) دوسرے وہ جو نہ یقین ہی کرتے ہیں نہ انکار (۳) اور تیسرے وہ جو بہ سبب جہل انکار پر اڑے رہتے ہیں اور بہ بانگ دہل کہتے ہیں کہ جس چیز کا علم ہم کو نہیں ہے وہ ہو ہی نہیں سکتی اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ جتنی چیزیں دنیا میں ہیں ہم کو سب کا علم ہے۔ حالانکہ عقل اُن کی اس نادانی پر ہنستی ہے

خود خداوند دو عالم کلام پاک میں فرمایا ہے وَمَا اُوْتِيْتُمْ مِنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک جاہل دوسرے عالم کی قابلیت کا اندازہ کرے یا ایک فن کا ماہر دوسرے فن والے کے کمالات کا انکار کرے جس میں خود اُسے کچھ دخل نہیں مثال کے طور پر ہم یہہ کہہ سکتے ہیں کہ ایک دیہاتی جس نے کبھی ہوائی جہاز نہ دیکھا ہو یہ کہ ایک ایسی کل بھی ہے جس میں بیٹھکر آدمی ہوا میں پرندوں کی طرح اُڑ سکتے ہیں اور وہ اُس کا انکار کرے تو دنیا کیا کہے گی۔ بس یہہ ہی حال اُن لوگوں کا بھی ہے خیر ہم کو تو اس سے بحث ہی نہیں کہ کوئی اس کا یقین کرے یا نہ کرے۔ عدم علم سے کسی شئے کا عدم لازم نہیں آتا ہم تو حضرت سرور دو عالم ؐ کے فرمان پر ایمان لاتے ہیں چنانچہ صحیح بخاری میں ہے۔ اب مشتے از خرداری کچھ تھوڑے سے حالات لکھتے ہیں تاکہ تفصیل باعث تطویل نہ ہو

نجیبہ بیگم صاحبہ آپ کی ایک مریدہ ہیں جن کو مولانا سے رشتہ داری بھی تھی کثرت ذکر سے اُن کا قلب اتنا صاف ہو گیا تھا کہ اُنکے انکشافات صحیح ہوتے تھے جس کا ذکر خود مولانا نے بھی راقم سے بارہا فرمایا تھا۔ اس لئے

وصال کے بعد راقم نے اُن سے خواہش کی کہ آپ مولانا کے کچھ مراتب باطنی بیان فرمائیں تاکہ درج سوانح کروں چنانچہ بی بی صاحبہ نے فرمایا کہ میں نے جب کبھی مراقبہ میں مولانا کا تصور کیا ہے تو آپ کو اس حال میں دیکھا کہ آپ حضرت سرور دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ پاک میں ہیں اور آپ کے دونوں ابرو سے نور کی زبردست شعائیں نکلکر آسمان تک جارہی ہیں اور آپ بے خود ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو یہہ مرتبہ محض اعلاء کلمتہ حق اور اشاعت دین مصطفویؐ کی وجہ سے حاصل ہوا۔ بی بی صاحبہ ہمیشہ فتوحات مکیہ کے حلقہ درس سے استفادہ کے لئے قریب کے ایک کمرے میں بیٹھتیں اور سنتیں تھیں۔ اُن کا بیان ہے کہ میں نے بارہا حضرت غوث پاک رضؓ کو حلقہ درس میں تشریف لاتے دیکھا ہے۔ کبھی کبھی کھڑے کھڑے ہی سماعت فرماتے کبھی بیٹھ بھی جاتے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مولانا کا طرز تعلیم دیکھنا مقصود ہوتا تھا۔ ایک دفعہ بر وقت درس حضرت سردار دوعالم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا کہ ایک دوسرے کمرے میں تشریف فرما ہیں اور مولانا درس دے رہے ہیں اسی طرح آنحضرت بھی درس میں مصروف ہیں۔ ایک اور دفعہ مولانا کسی اہم مسئلہ کو اچھی طرح سمجھا نہیں سکے بار بار رُک جاتے تھے تو میں نے دیکھا کہ یہاں سے حرم پاک تک ایک صاف راستہ ہے حضرت سرور دوعالم صلعم حطیم کعبہ میں تشریف فرما تدریس میں مشغول ہیں۔ آپکے رُک جانے سے آنحضرت نے حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ آپ لوگ ذرا توقف کریں کہ اس وقت میرا بچہ حل مضمون سے قاصر ہوگیا ہے اور مولانا کی جانب توجہ فرمائی

جب توجہ پاک سے مضمون حل ہوگیا تو رسول انورؐ نہایت مسرور ہوئے اور اپنے حلقہ درس کی جانب توجہ منعطف فرمائی

تصرفات

حضرت علیہ الرحمہ کے ایک شاگرد مولوی عبدالصمد صاحب شاہنوری نے راقم سے کہا کہ ایک رات میں سو رہا تھا اور مولانا مطالعہ کتب میں مصروف تھے نیند میں یکایک میرے قلب میں بے چینی محسوس ہوئی اور اس قدر شدت سے کہ میں سو نہیں سکا جب اٹھکر بیٹھا ہوں تو مولانا نے فرمایا کہ تھوڑا سا پانی پلاد تعمیل حکم کے بعد جب لیٹا تو وہ بے چینی رفع ہو چکی تھی اور آرام سے سوگی دوسرے روز صبح کو مولانا نے حلقہ درس کے بعد بعض مخصوص تلامذہ سے فرمایا کہ رات مجھے پیاس لگی دیکھا تو کوئی موجود نہیں تھا۔ البتہ ایک صا سو رہے تھے خیال آیا کہ واقعات سے ثابت ہے کہ بزرگان دین تصر قلبی سے اپنے ارادوں کو پورا کرلیا کرتے تھے اس لیے میں بھی سونے والے صاحب کے قلب پر اثر ڈالا چنانچہ وہ بیدار ہوئے اور میں ان پانی منگوا کر پیا

(۲) نجیبہ بیگم صاحبہ پر جن کا اوپر ذکر آیا ہے اکثر جذبی کیفیت طاری ہوتی تھی اور ایک دوسری کیفیت طاری ہوتی تھی جو جلالی کیفیت کہلاتی ہے۔ وہ مختلف بزرگان دین کی ہوتی تھی۔ تو وہ فرماتی ہیں کہ ایک دف میں نے خیال کیا کہ مجھ پر مولانا علیہ الرحمہ کی جلالی کیفیت طاری ہے۔ اس تصور کے ساتھ ہی مجھ پر ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ میں اس کو برداشت

نہیں کرسکی۔ اس قدر بے چینی اور تمام جسم میں سوزش شروع ہوئی کہ رات کاٹنی دوبھر ہوگئی۔ صبح کو جب مولانا تشریف فرما ہوئے تو میں نے بے تابانہ آپ پاس دوڑی گئی اس وقت مولانا نے اپنا رومال مجھ پر پھینکدیا جس سے میری وہ سب کیفیت جاتی رہی اور سکون ہوگیا

(۳) جسوقت مولانا کی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی تو دفن کیلیے مقام کے انتخاب میں اختلاف پڑا اکثر اصحاب کی رائے تھی کہ خاندانی قبرستان میں دفن کرنا چاہیئے۔ راقم کا خیال تھا کہ اگر مدرسہ نظامیہ ہی میں دفن کیے جائیں تو بہتر ہے چنانچہ اکثر حضرات کی رائے کے خلاف جنمیں ورثا بھی شامل ہیں مدرسہ نظامیہ ہی میں آپکا دفن ہونا میری رائے میں آپکے تصرفات میں سے ہے۔ اعلحضرت خلد اللہ ملکہٗ سلطنتہ سے جو اس وقت بمبئی میں تشریف فرما تھے اجازت حاصل کرنے میں بہت دقتیں اٹھانی پڑیں جواب آنے میں اتنی تاخیر ہوئی کہ مایوسی ہوگئی تھی کسی کو یہ خبر نہ تھی کہ مسجد سے جنازہ کہاں جائیگا۔ مگر یہ مولانا ہی کے تصرفات تھے کہ اجازت آ ہی گئی اور جنازہ بھی بغیر کسی کے کچھ کہے سُنے مدرسہ نظامیہ پہنچ گیا۔ گویا مولانا کو یہ پسند نہ آیا کہ تمام عمر جس قومی درسگاہ کی ترقی کے دھن میں رہے ہوں مرنے کے بعد اُس سے دُور رہیں

تلامذہ

یوں تو مولانا کے شاگرد اتنے زیادہ ہیں کہ اُن کی صحیح تعداد معلوم کرنی مشکل ہے تاہم جو معلوم ہو سکے ہیں ان میں سے چند مشاہیر کے نام درج کیے جاتے ہیں

(۱) حضرت غفران مکان نواب میر محبوب علیخاں بہادر آصفجاہ سادس
(۲) اعلحضرت آصفجاہ سابع نواب میر عثمان علیخان بہادر سلطان العلوم شہریار دکن خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ
(۳) پرنس نواب میر حمایت علیخاں اعظم جاہ والاشان بہادر ولیعہد سلطنت آصفیہ
(۴) پرنس نواب شجاعت علیخاں معظم جاہ والاشان بہادر

(۵) حضرت مولوی محمد مظہر الدین احمد صاحب معلی مرحوم سابق مددگار ناظم ٹپہ (۶) حضرت مولوی
سید کریم اللہ صاحب قادری مرحوم سابق مددگار ناظم جمعیت (۷) حضرت مولوی قاضی
محمد شریف الدین صاحب مرحوم استاد شہزادگان بلند اقبال شہزادہ یان فرخ فال (۸) حضرت مولوی
سید محمد ابراہیم صاحب مرحوم استاد نواب صلابت جاہ بہادر و نواب [illegible] جاہ بہادر شہزادگان [illegible]
(۹) مولوی خواجہ محمد مخدوم میاں صاحب مرحوم (۱۰) مولوی امیر الدین [illegible] صاحب مرحوم [illegible]
قاضی پونیر سابق مہتمم مدرسہ نظامیہ (۱۱) مولوی سید احمد صاحب قادری [illegible] محی الدین [illegible] صاحب طالب علم
(۱۲) مولوی غلام احمد صاحب مرحوم سابق صوبہ دار ورنگل وظیفہ یاب (۱۳) مولوی مرزا عبد الرحیم بیگ
صاحب مرحوم سابق ناظم محلات مبارک۔ (۱۴) مولوی محمد عبد الرحیم صاحب مرحوم وکیل مختار عام [illegible]
(۱۵) مولوی حسن علی صاحب طلسمی مرحوم وکیل عدالت (۱۶) مولوی حکیم محمود صمدانی صاحب سابق مہتمم صدر شفاخانہ
وظیفہ یاب (۱۷) مولوی میر عبد اللطیف صاحب مرحوم مہتمم اعراس (۱۸) مولوی محمد عبد الجبار خان صاحب
آصفی منتظم دفتر معتمدی صرف خاص مبارک (۱۹) مولوی شاہ محمد صاحب شطاری شیخ الادب مدرسہ نظامیہ
(۲۰) محمد عبد الکریم خان صاحب سابق منتظم درگاہ حضرت خواجہ اجمیری علیہ الرحمہ (۲۱) مولوی سید محمود صاحب مفتی مرحوم
فارغ التحصیل مدرسہ نظامیہ (۲۲) مولوی حافظ غلام حسین صاحب سابق ناظم پائیگاہ سر وقار الامراء بہادر (۲۳) مولوی
حافظ محمد ولی الدین صاحب مہتمم مجلس اشاعت العلوم (۲۴) مولوی حکیم محمد عبد القادر صاحب مہتمم شفاخانہ یونانی سرکار عالی
(۲۵) مولوی میر عبد القدیر صاحب وکیل (۲۶) مولوی سید یوسف حسینی صاحب سابق معتمد دائرۃ المعارف (۲۷) مولوی حکیم
سید حمید حسینی صاحب مدرس مدرسہ طبیہ سرکار عالی (۲۸) مولوی سید صلاح الدین صاحب شطاری (۲۹) مولوی محمد اکرام علی صاحب
تحصیلدار پرگی۔ (۳۰) مولوی حکیم محمد حسین صاحب سابق طبیب مدرسہ نظامیہ (۳۱) مولوی سید غوث الدین صاحب قادری سابق شیخ الفقہ مدرسہ نظامیہ
(۳۲) مولوی محمد عبد الصمد صاحب شاہ نوری (۳۳) مولوی محمد عبد الرشید صاحب مدرس مدرسہ سلطانیہ شاہ گنج (۳۴) مولوی
احمد عبد العلی صاحب سابق مہتمم مدرسہ نظامیہ (۳۵) مولوی سید شاہ برہان حسینی صاحب سجادہ قدس سرہا (۳۶) الفقیر محمد رکن الدین عفی عنہ

صحت نامہ

خطا	صواب	صفحہ	سطر	خطا	صواب	صفحہ	سطر
الرحم	ارحم	١	١	واقعات سے	صفحات سے	٢٢	٣
فخرمباہات	فخرومباہات	٢	٣	فصیلت	فضیلت	٢٢	١٣
با اللہ	با اللہ ا	٢	١٠	تھے	تھیں	٢٧	٤
تا یہ	تا کہ یہ	٣	١٢	وہ	و	٢٧	١٣
وجوہ	وجود	٣	١٦	سجاع	شجاع	٢٨	٦
ناضرین	ناصرین	٥	١٠	استفسار کیا	استفسار کیا مولانا	٣٠	٢
ہیں انکے	ہیں تو آپ انکی	٩	١٩	خذد	خذدا	٣٠	٣
بیعت کی ہے	بیعت کی	١١	٣	نماز فخر	نماز فجر	٣٠	١٦
واقعہ یہ ہے	تو واقعہ یہی	١٣	١١	منظور ہیں	منظورہ تھیں	٣٣	٢
بھائی	آپ کے بھائی	١٤	١٦	آگے	آتے	٣٣	١٩
حاصل کری	حاصل کرلی	١٥	٩	کیگئی	کیے گئے	٣٤	٧
تلاس	تلاش	١٦	١٢	آپ	آپ نے	٣٥	٥
البزور	البذور	١٧	٥	دیتینا	دلیتبنا	٣٥	١٨
کنیز العمال	کنز العمال	١٧	١٦	پر ہتے	پڑھتے	٣٥	١٩
تنخواہ	تنخواہ	١٧	١٩	آنکھوں سے	آنکھوں	٣٦	١٨
کرگئی	کرگئیں	١٨	١٠	پہنچ گئی	پہنچ گئی تھی	٣٨	١٨
آخر	آخر انہوں نے	١٨	١٦	عرض کے	عرض کیا	٤٠	٣
پہونچے	پہونچے ہیں	٢٠	١٧	بصحت	نصیحت	٤٠	١٥

خطا	صواب	صفحہ	سطر	خطا	صواب	صفحہ	سطر
فرماے	فرماتے	۴۳	۷	مولا	مولانا	۶۶	۱۶
منصف	متصف	۴۵	۳	فرمادیا	فرمادیں	۶۶	۱۸
اگر	+	۴۶	۳	اُس کا	اس کی	۶۸	۱۶
رندگی	زندگی	۴۷	۱	پرہی	پڑہی	۷۶	۸
گناے	گنائی	۴۷	۹	تھیں	تھی	۷۶	۱۰
فرمائے	فرمایا	۴۸	۴	سات سات	(۷۲) کتابیں	۷۶	۱۹
راشیدین	راشدین	۵۲	۱۰	ستاآسی	ستاسی	۷۷	۵
مسلمانان	مسلمانوں	۵۴	۹	انہیں تھی	انہیں تھی تحتانی طلبہ کیلئے	۷۷	۱۱
وغیرہ کی	وغیرہ کے	۵۵	۱۶	ظاہری	مدارج ظاہری	۸۳	۱۰
کسی	کسبی	۵۷	۶	گزری ہوئی	گزرے ہوے	۸۳	۱۶
نرقی	نرخی	۶۰	۷	دوسری	دوسرے	۸۴	۷
قوازین	موازین	۶۰	۹	یہ کہ	یہ سنتے کہ	۸۴	۱۰
کسی	کسی سرمایہ	۶۳	۱۵	خرداری	خروارے	۸۴	۱۵
جتنا	جتنے	۶۵	۱۰	آبرو	ابرون	۸۵	۵
ہوجائیگا جسکو	بن جائیگا۔ اسکو	۶۶	۵	بیٹھتیں اور ستیں	بیٹھتی اور سنتی	۸۵	۹
تقریط	تقریظ	۶۶	۱۳	شاگر	شاگرد	۸۷	۱۳

اغراض و مقاصد

(۱) طلبائے قدیم مدرسہ نظامیہ میں مرکزیت پیدا کرنا اور ان میں باہم تعاون بڑھانا

(۲) مادر علمی کی بقاء و ترقی میں کوشش اور فرزندان نظامیہ کے حقوق کی حفاظت کرنا

(۳) مسلمانوں کی علمی، مذہبی، اخلاقی اور تمدنی خرابیوں کی اصلاح کرنا

(۴) عربی اور اسلامی علوم و فنون کے نادر الوجود مخطوطات و مکتوبات کی اشاعت اور ان کی متعلق اردو زبان میں مفید معلومات شائع کرنا

(۵) جو اصحاب ازراہ قومی ہمدردی مجلس علمی انجمن ہذا کو یکمشت یا باقساط (عسہ) مرحمت فرمائیں گے وہ رکن دوامی کہلائیں گے اور ان کی خدمت میں مطبوعہ کتابیں بلا قیمت ارسال کئے جائیں گے

(۶) غیر معمولی عطیات شکریہ کے ساتھ قبول کئے جائیں گے

ملنے کا پتہ

مکتبہ قاسمی نظام شاہی روڈ